پھر گلتا ہُوا موسم

نایاب جیلانی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نایاب جیلانی

یہ گھلا ہوا موسم

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کمرے میں دھندلا سا عکس تھا۔ ملگجے اندھیرے میں نظر بھی کیا آتا؟

لیکن اس نے دیکھنے کی بہت کوشش کی تھی۔ پھر اسے اپنی کوشش میں کامیابی بھی ہوئی۔ وہ جو اس کے قریب بیٹھا تھا۔ وہ اس کا شوہر ہی تھا۔

ملگجے اندھیرے میں آنکھیں اس عکس کو ڈھونڈ چکی تھیں اور اس کی سماعت میں چند الفاظ پگھلے سیسے کی مانند گر رہے تھے۔ وہ الفاظ کیا تھے؟ زہر میں بجھے' اذیت کی انتہا پہ لٹکاتے ہوئے۔ ایک پھندا سا اس کے گرد کستے ہوئے۔

"میں اسے لے آؤں گا۔ میں اسے گھر لانا چاہتا ہوں۔ وہ میری بیوی ہے۔ اور ان "دونوں" کے لیے اسے گھر تو لانا ہی ہو گا۔ تو تم اپنے دل کو تھوڑا وسیع کر لو۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ بول رہا تھا۔ اور یہ جیسے مفلوج ہو رہی تھی۔ منجمد ہو رہی تھی۔ سن ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔

"میں اسے لینے جا رہا ہوں۔"

"میں اسے لینے جا رہا ہوں۔"

اس کے الفاظ ہتھوڑے تھے۔ جس کی ضرب اسے لہولہان کر رہی تھی۔

وہ بے بس ہو چکی تھی۔ لاچار ہو چکی تھی۔

اور پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اس کے قریب سے اٹھ رہا تھا۔ وہ اس سے دور جا رہا تھا۔ وہ اس کے پیچھے اندھا دھند لپکی تھی۔ بھاگنے لگی۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی تاکہ وہ شام روپ کو اس کے سامنے کبھی نہ لائے۔

آج صبح سے ہی موسم خشک اور سرد تھا۔

فضا میں خنکی تھی اور دور تلک دھند کی دبیز چادر تنی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ سر شام ہی کہر کی چادر تن جاتی تھی۔

وہ اپنے اے ای او کے دفتر کی تنگ و تاریک سیڑھیوں سے اتر کر نیچے تنگ سی گلی میں آئی تو جگہ

مکمل ناول

Downloaded From
Paksociety.com

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جگہ پانی کھڑا دیکھ کر کچھ حیران ہوئی یوں لگ رہا تھا جیسے بارش ہوئی ہو۔

اس نے اوپر آسمان کی طرف دیکھنے کی کوشش بے سود سمجھ کر گہرا سانس لیا۔

اس نے ایک نگاہ دروازے کے ساتھ آویزاں گہرے نیلے بورڈ پر کندہ نام پہ ڈالی تھی۔ تازہ تازہ حروف میں لکھا تھا "دفتر اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر"

اس نے گہری سانس بھری اور اپنے بیگ کی تلاشی لینی شروع کردی۔

آج الجھے ذہن کے ساتھ تحصیل بھر کی میچرز کو اکٹھا کر کے میٹنگ رکھی تھی۔ پورا دن اسی چخ چخ میں نکل گیا۔

ویسے بھی سردیوں کے دن تھے' ادھر چڑھتے تھے' ادھر ڈھل جاتے۔ دھوپ آتی اور سمٹ جاتی۔ ان دنوں تو دھوپ کے درشن خواب و خیال ہو چکے تھے۔ کیونکہ دسمبر جا رہا تھا۔

وہ عموماً" چار بجے تک فارغ ہو جاتی تھی۔ لیکن آج میٹنگ کے بعد فائل ورک مکمل کرتے کرتے پانچ بج چکے تھے اور ابھی اسے تین چار میل پیدل چل کر فرید کی "صدیق آئرن" تک جانا تھا۔

ماموں کے وقتوں کی بنائی ہوئی دکان تھی۔ ساڑھے نو مرلہ جگہ پر بنائی گئی۔ پورے بازار میں سب سے بڑی دکان تھی۔ اور سب سے زیادہ چلتی بھی یہی دکان تھی۔ کبھی "صدیق آئرن فیکٹری" کے نام سے مشہور و معروف۔ اب تو اس نام پہ ایک دھبے کے سوا کچھ نہیں تھی۔

کبھی ماموں کا بڑا چلتا ہوا کاروبار تھا۔ ٹی آر' گارڈر' لوہے کی بنی بنائی تیار چھتیں۔ لوہے کے گیٹ' دروازے' کھڑکیاں غرض ہر قسم کا لوہے کا سامان موجود تھا۔ اور کچھ ماموں کے ہاتھ میں برکت بہت تھی۔ یوں ان وقتوں میں ماموں پہ دھن برستا تھا۔ رزق میں برکت تھی۔ کیونکہ ماموں محنتی ہونے کے ساتھ ساتھ نیت کے بھی کھرے تھے۔

اور یہ تو ان دنوں کی بات تھی جب ماموں زندہ تھے۔

اب نہ ماموں تھے اور نہ ہی وہ ہرے بھرے دن تھے۔

اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور دفتر کی گلی میں پانی سے بچتی بچاتی چلنے لگی۔ اس کے نئے نکور برانڈڈ کورٹ شوز گش گش کر رہے تھے۔ برانڈڈ نفیس سوٹ ملگجے اندھیرے میں بھی اپنی قیمت بتا رہا تھا۔ اس نے کلائی موڑ کر نفیس سی گھڑی پہ وقت دیکھا تو دوسرے ہاتھ میں موجود خوب صورت نگینوں سے سجا بریسلیٹ خود بخود توجہ کھینچنے لگا۔ ہر جونیئر' سینئر' ٹیچر نے بطور خاص اس سے بریسلیٹ کی قیمت اور صرافہ کی دکان کا پوچھا تھا۔ پورے ڈیڑھ لاکھ میں لیا تھا۔ یہ بریسلیٹ اور تین انگوٹھیاں ابھی پچھلے مہینے تو خریدی تھیں۔ اس کی کولیگز اور ماتحت خواتین کو بڑی ہی کھدبد ہوئی۔

"لگتا ہے میم کے ہزبینڈ نے سالگرہ کا تحفہ دیا ہے۔" یہ شوخ سا فقرہ کسی ٹیچر کی طرف سے آیا تھا اور اسما کے ہنستے مسکراتے لب خود بخود سمٹ گئے تھے۔

"ہزبینڈ اور ایسے چونچلے؟ کیا مذاق تھا یہ۔۔۔" اسما نے دل ہی دل میں بیزاریت سے سوچا اور بظاہر مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

وہ تلخی سے سوچوں کا دامن جھٹکتی گلی سے باہر نکل آئی۔

مغرب کی اذان کا وقت ہوا ہی چاہتا تھا۔

اسما کے قدموں میں تیزی آگئی تھی۔ اسے جلد از جلد فرید کی دکان تک پہنچنا تھا۔ ہمیشہ ایسے ہی ہوتا تھا۔ وہ دکان سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ہو کر موبائل سے مس کال دیتی اور فرید دکان کا شٹر گرا کے تالا لگا کر باہر آجاتا۔ واپسی ان دونوں کی بائیک پہ ہوتی تھی۔

یہ بائیک بھی فرید نے قسطوں پہ لی تھی۔ اپنی لش پش کروا بیچ کر۔۔۔ ہاہ' کبھی فرید کے پیروں تلے کروا ہوتی تھی اور وہ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتا تھا۔

فرید ہی کیا؟ اس کی چاروں بہنیں بھی۔

کیا نخرے ہوا کرتے تھے ان کے اور کیا غرور تھا کبھی۔

اسما کی سوچیں لمحہ بھر میں ہی بکھر گئیں۔۔۔ فرید دکان

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے باہر ہی کھڑا تھا۔ بائیک قریب تھی۔ اور وہ شاید اسما کا انتظار ہی کر رہا تھا۔

ہمیشہ کی طرح تیوری پہ بل پڑے تھے۔ سحر طراز سی آنکھوں میں غصہ ہی غصہ تھا۔ اسما نے ایک اور ٹھنڈی آہ بھری۔

"کاش کہ فرید کا یہ غصہ کبھی باہر بھی آجاتا۔" بس یہ غصہ اس کی ذات تک محدود تھا۔ وہ کبھی بول کر اپنے لفظوں کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ جانے اس میں اتنی برداشت اور ضبط کہاں سے آگیا تھا۔

اسما نے دور سے کھڑے کھڑے دکان کا اندر تک جائزہ لیا تو دھک سے رہ گئی۔ دکان یہاں سے لے کر وہاں تک خالی پڑی بھاں بھاں کر رہی تھی۔ اکا دکا ٹی آر تھے۔ اکا دکا گارڈ ر تھے۔ نہیں زنگ آلود کھڑکیوں کے چوکھٹے اور جالی دار دروازے پڑے تھے۔ اور باقی دکان۔

اسما کا مارے حیرت سے منہ کھل گیا۔

دکان تک آنے کا تو کبھی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ چالیس قدم دور ہی کھڑی ہو جاتی تھی کہ فرید نے سختی سے تاکید کر رکھی تھی۔ دکان کے قریب بھی نہیں آنا۔

سو طرح کے لوگ ہوتے تھے اور سو طرح کے گاہک۔ ویسے بھی ارد گرد کی دکانوں والے اکثر اوقات فرید کے پاس آجاتے تھے۔ مالکوں کے نکمے سے بیٹے۔ وقت گزاری کے لیے اور جنہیں کبھی فرید نے منہ نہیں لگایا تھا۔ اب ان کی فضول باتوں کو چپ چاپ برداشت کرتا تھا۔

فرید چپ چاپ دکان کو تالا لگا کر بائیک پہ بیٹھا اس کے قریب آگیا تھا۔

اسماء نے ایک اور ٹھنڈی آہ بھری اور محتاط انداز میں بائیک پہ بیٹھ گئی۔

جیسے ہی بائیک چلی اسے شدید کپکپی کا احساس ہوا تھا۔ سردی تو پہلے ہی قیامت تھی لیکن بارش نے رہی سہی کسر بھی نکال دی تھی۔

اور وہ اپنی قیمتی گرم، نفیس شال گھر میں ہی بھول آئی تھی۔ وہ شال جسے دیکھ کر فرید کی چوتھے نمبر والی بہن سائرہ کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ اور اسماء نے مروتاً" بھی اسے آفر نہیں کی تھی کہ وہ یہ شال لے سکتی ہے۔ اب اس شال کے نہ ہونے کی وجہ سے ٹھنڈ ہڈیوں میں اتر رہی تھی۔ اس کا جسم کانپنے لگا تھا۔ فرید نے بائیک کی رفتار کم کرتے کرتے اچانک روک دی۔

کچھ ہی دیر میں اس نے اپنی جیکٹ اتاری تو اسما کو لامحالہ بولنا پڑا۔

"اس کی ضرورت نہیں فرید! تمہیں ٹھنڈ لگے گی۔ میں نے کوٹ تو پہن رکھا ہے۔" اسما نے جیکٹ لینے کے لیے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا۔ فرید نے گردن نہیں موڑی تھی۔ بس ہاتھ پیچھے کر کے جیکٹ اس کے اوپر گرا دی۔ اب چار و ناچار اسے جیکٹ پکڑ کر پہننا پڑی تھی۔ لیکن اسے پورے رستے فرید کو شدید ٹھنڈ لگنے کے احساس نے پریشان رکھا تھا۔

جیسے ہی بائیک ماموں کے پرانے طرز پہ بنے دو منزلہ مکان کے گیٹ پہ رکی تھی۔ اسما نے سرعت سے اتر کر جیکٹ اتاری اور فرید کے کندھوں پہ ڈال دی۔ وہ لحظہ بھر کے لیے چونکا تھا۔ پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ شاید وہ اسما کے اس عمل کے پیچھے چھپی وجہ کو سمجھ گیا تھا۔

فرید کی جیکٹ پہن کر اسما اندر جانے کا گناہ کر لیتی تو بخشش کیسے جاتی؟ مامی نے تو مختصر کوریڈور نما ڈیوڑھی بھی پار کرنے نہیں دینی تھی اور شروع ہو جانا تھا۔ فرید کو بغیر جیکٹ کے دیکھ کر تو ان کی جان پہ بن آتی۔ ٹھٹھر کر فرید آیا تھا اور کانپنے مامی نے لگ جانا تھا۔ ثریا مامی کی تو فرید میں جان تھی۔

وہ دونوں آگے پیچھے ہی اندر آئے تھے۔ جب اچانک ہی رک گئے۔ مختصر سے لاؤنج میں مامی کے ساتھ سائرہ بیٹھی تھی۔ اور انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے۔ اسما اپنے کمرے میں جانے کے بجائے سیدھی انگیٹھی میں آگ تاپنے بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی مامی نے فوراً "ٹوک دیا تھا۔

"پہلے یہ لباس فاخرہ بدل لو۔ سات ہزار کا جوڑا ہے۔ کوئی چنگاری گر گئی تو بے کار ہو جائے گا اور ہاں، دیکھو تو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فرید کا چہرہ کتنا سرخ ہو رہا ہے۔ ناک ایسی لال جیسے زکام ہونے والا ہو۔ ٹھنڈ لگ گئی میرے بچے کو تمہارے لیے ہوئی نا آج بھی دیر۔ تم اپنی "استانیاں" بھگتاتی رہو۔ افسر لوگ ہو۔ اپنی مرضی کے مالک ہو۔ پتا بھی تھا۔ ماں موئی سے اٹھا نہیں جاتا۔ سائرہ کے دن پورے۔ اللہ خیر سے فارغ کرے۔ فرید بھی صبح کا بھوکا۔ خود تو "دعوت شیراز" اڑالی ہو گی۔ ہمارے تو معدے بھی جواب دے گئے۔"

ماں کی لمبی تقریر کا لب لباب سمجھتے ہوئے اسما نے گہرا سانس کھینچ لیا۔

گو کہ ٹھنڈ اور ٹھٹھن سے انگ انگ سن ہو رہا تھا۔ لیکن چولہا ٹھنڈا دیکھ کر اسے سب سے زیادہ فرید کی فکر ستائی تھی۔ وہ باہر سے چائے تک نہیں پیتا تھا۔ کھانا تو بہت دور کی بات تھی۔

پہلے تو اکثر ماں کھانا دوپہر میں بنا لیتی تھیں لیکن جب سے انہیں گھٹنوں کی تکلیف ہوئی تھی تب سے گھر کے کاموں سے انہوں نے ہاتھ کھینچا تھا۔ پھر سردیوں میں تو تکلیف اور بھی بڑھ جاتی تھی۔

ان دنوں سائرہ رہنے کے لیے آئی تھی۔ اس کے پہلے پہلے بچے کی ولادت تھی۔ سائرہ فرید سے بڑی تھی لیکن زیادہ نہیں۔ سو ایک دوسرے کے نام ہی لیتے تھے۔

اسما جب کمرے میں آئی تو فرید الماری کھولے کھڑا تھا۔ ابھی تک اس نے وہی کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ کپڑے نکال کر باتھ روم میں چلا گیا تو اسما نے بھی کپڑے تبدیل کر لیے تھے۔

جب وہ باہر آئی تو فرید کمرے میں نہیں تھا۔ اسما گہرا سانس بھرتی کچن میں آگئی۔

کچن صاف ستھرا تھا۔ برتن بھی دھلے ہوئے۔ سائرہ سے جتنا کام ہو سکتا تھا اتنا کر ہی دیتی تھی۔ آٹا بھی گندھا ہوا تھا۔ لیکن سبزی ندارد۔ فریج کھولا تو پورا فریج بھاں بھاں کر رہا تھا۔ اوپر نیچے کچھ بھی نہ تھا۔ آلو کی ٹوکری میں چار آلو پڑے تھے۔ ایک چھوٹی سی پیاز تھی۔ یعنی راشن ندارد۔ فرید کو پتا بھی تھا بلکہ یہ کام اسی کے ذمہ تھا۔ راشن لانا' وہ بھاں بھاں کرتے فریج کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ کبھی یہی فریج اور ڈیپ فریزر لبالب بھرا ہوتا تھا۔

لیکن اب؟ ضرورت کا سامان بھی ندارد تھا۔ اس کا دل برا ہونے لگا۔

اب باہر یہ اطلاع کون دیتا؟ کچن میں سبزی نہیں تھی۔ کوئی دال نہیں تھی۔ وہ اپنا کلیجہ بھونتی کیا؟ تب ہی فرید کی آواز سنائی دی تھی۔

"تم یاد تو کروا دیتیں میں کچھ پکانے کو لے لیتا۔ بندہ ہزار پریشانیوں میں جکڑا ہوتا ہے۔ سو طرح کے سیاپے ہوتے ہیں' نہیں یاد رہتا۔" اس نے آدھی بات منہ میں اور آدھی دل میں کی تھی۔ ایسا تو ممکن نہیں تھا فرید اپنے اندر سے بھاپ نکال دیتا۔

"میں کچھ لے آتا ہوں۔ پھر جمعہ کو لاؤں گا راشن ... کوئی دن فارغ نہیں ملتا۔" وہی منہ ہی منہ میں کہی جانے والی بات۔ اسما کو خود بخود اس کی ہر بات سمجھنا ہوتی تھی۔

"فرید! اب رہنے دو۔ سردی ہے باہر' میں کچھ نہ کچھ کر لیتی ہوں۔" اس نے آلو کاٹنے شروع کیے اور ساتھ دو انڈے بھی نظر میں آگئے۔ چلو ابھی کا وقت تو گزر جاتا۔

وہ اک نظر دیکھ کر باہر نکل گیا تھا۔ کہا کچھ بھی نہیں۔

اسما جلدی جلدی آلو انڈے اور چپاتیاں ڈال کر لے آئی۔ اب اتنی جلدی میں یہی غنیمت تھا۔ ویسے بھی یہاں مہینے میں زیادہ تر دال اور سبزی پکتی تھی۔

تازہ پھلکے اور گرما گرم سالن تھا تو مزے دار ... مگر ماں کے چہرے پہ ہلکی سی ناگواری در آئی تھی۔ جسے انہوں نے چھپانا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ سائرہ اور فرید چپ چاپ کھانا کھا رہے تھے۔

جب اسما پانی لینے کے لیے اٹھی تب تک فرید بھی کھانا کھا کر اندر جا چکا تھا۔ فرید کے اٹھتے ہی ماں زیر لب بڑبڑائیں۔

"سائرہ کا وقت قریب ہے۔ یہ آلو اور دالیں اسے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میکے میں کھانی تھیں تو سسرال کیا برا تھا؟ یہ سب کچھ تو ادھر بھی میسر تھا۔" مامی کے الفاظ اسما کے کانوں میں بھی پڑے تھے۔ وہ کسے سنا رہی تھیں کیا اسما کو؟

اس نے سر جھٹکا۔ یہ بات فرید کو سنائیں تب نا۔ راشن پانی کی ذمہ داری ان کے بیٹے کی دردسری تھی۔ اس کے سامنے بولی نہیں تھیں۔ اب دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

"امی! آپ کو پتا بھی ہے۔ پھر کیوں روزانہ دہراتی ہیں۔ فرید سے جتنا ہو سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ اتنے لوگ' اتنی ذمہ داریاں ہیں اس پہ۔ گھر کی بجلی کے بل' گیس کے بل' پانی کے بل' فون کے بل' دکان کے بجلی' گیس کے الگ سے بل۔ پھر چار چار بہنوں کی ذمہ داریاں۔ کبھی ایک بہن نے بچہ پیدا ہو گیا۔ دوسری بہن کے بچے کا عقیقہ آگیا۔ پھر تیسری کے بچے کی سالگرہ اور کبھی کسی بہن کے بچے کی منگنی' امتحانوں میں کامیابی۔ عیدیں' شبراتیں' یہ تو فرید ہے۔ ایک دکان سے اتنے لوگوں کے خرچے نکال رہا ہے۔ ہر مہینے ایک بھاری رقم اس کے اوپر کے خرچوں میں نکل جاتی ہے۔ اور آفرین ہے میرے بھائی پہ۔ جس نے کبھی ماتھے پہ بل ڈال کر جتایا نہیں۔ آپ فرید کو کچھ مت کہا کریں۔ ہمارا ایک بھائی ہے۔ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا ہوا اور جہاں تک دال سبزی کی بات ہے تو مجھے یہ بھی قورمے بریانی سے کم نہیں۔"

سائرہ نے دبی آواز میں اتنے مدلل انداز میں ماں کو سمجھایا کہ مامی چپ کی چپ رہ گئی تھیں۔ واقعی یہ چاروں بہنیں فرید کے معاملے میں ایسی تھیں۔ اپنی طرف سے حتی الامکان کوشش کرتی تھیں کہ فرید پہ بوجھ نہ ہی پڑے مگر فرید خود تنگی دیکھ لیتا تھا لیکن بہنوں کی ان کے سسرال میں ہتکی نہیں ہونے دیتا تھا۔

"میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔ پورا مہینہ ہو چلا ہے۔ کوئی ڈھنگ کی چیز نہیں پکی۔ جب سے تم آئی ہو تب سے تو زیادہ ہی باورچی خانے پہ زوال ہے۔" مامی کا لہجہ دبا دبا سا تھا۔ سائرہ نے گہرا سانس لیا۔

"امی! مہینے کا وسط ہو رہا ہے۔ فرید کی آدھی رقم تو

ماہنامہ کرن

جون 2016 کا شمارہ شائع ہو گیا

- اداکار "گوہر رشید" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- "آواز کی دنیا سے" اس ماہ مہمان ہیں "سید محفوظ الحسن"
- اداکارہ "مریم انصاری" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"
- اس ماہ "عائشہ وحید" کے "مقابل ہے آئینہ"
- "کھولے پنکھ یادوں نے" مصنفین سے سروے،
- "من مورکھ کی بات نہ مانو" آسیہ مرزا کا سلسلے وار ناول،
- "راہ منزل" تنزیلہ ریاض کا سلسلے وار ناول،
- "دستِ مسیحا" نگہت سیما کا مکمل ناول،
- "پھر ہوا یوں" راشدہ رفعت کا دلچسپ مکمل ناول،
- "میرے حصے کی زمین میرا آسمان" شفق افتخار کے ناولٹ کا دوسرا اور آخری حصہ،
- "عید ایسی بھی ہوتی ہے" فاخرہ گل کا ناولٹ،
- "تجھے میں جیتوں" صدف آصف کا ناولٹ،
- نفیسہ سعید، نظیر فاطمہ، عزہ خالد اور شازیہ ستار نایاب کے افسانے اور مستقل سلسلے

اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب

"رمضان المبارک سحر و افطار"

کرن کے ہر شمارے کے ساتھ علیحدہ سے مفت پیش خدمت ہے

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بلوں" پہ اٹھ گئی تھی۔ پھر پچھلے مہینے دانیہ (بھانجی) کی سالگرہ پہ بھی تو اتنا خرچا ہو گیا تھا۔ فرید کے پاس گنجائش نہیں ہو گی۔ ورنہ اس نے کوئی کمی تو کبھی نہیں چھوڑی۔ ابو کے بعد ابو جتنا نہ سہی پھر بھی ہمارا سائبان بن گیا۔ اس کے حالات بھی تو۔۔۔" سائرہ کی دھیمی آواز اسما کے کانوں میں پڑی تھی۔ وہ آگے بڑھنے کی بجائے ارادتاً رک گئی تھی۔

"حالات کیسے اچھے ہوں۔ میاں' بیوی ایک گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے تعاون سے گاڑی چلتی ہے۔ ازدواجی زندگی کی گاڑی۔۔۔ اور ہماری بھولے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ کبھی جو فرید کا بوجھ بانٹا ہو۔۔۔ اتنی بھاری بھرکم تنخواہ ہے مگر۔" امی کچھ کہنا چاہتی تھیں جب اچانک سائرہ نے انہیں روک دیا تھا۔

"امی! کیسی بات کرتی ہیں آپ۔۔۔ اسما کی تنخواہ پہ اسی کا حق ہے۔ یاد نہیں' ابو نے کیا کہا تھا۔ پہلے دن سے ہی اسما کی تنخواہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ بخوشی جہاں مرضی خرچ کرے۔ اس گھر میں کبھی یہ معاملہ زیر غور نہ آئے' نہ اسما کی تنخواہ کے بارے میں سوال کیا جائے۔"

سائرہ نے امی کو چار سال پہلے کی بات یاد دلا کر چپ کرا دیا تھا۔ اور ماموں کے "حکم" پہ آج تک فرید سمیت اس کی چاروں بہنیں کاربند تھیں۔ سوائے والدہ ماجدہ کے جو کبھی کبھار فرید کا ہاتھ زیادہ تنگ دیکھ کر خاموش نہیں رہتی تھیں۔

اسما' سائرہ کے جواب پہ مطمئن ہو کر کندھے جھٹکتی کچن میں آ گئی تھی۔ ایک بوجھ سا تھا جو ہٹ گیا۔ واقعی اس گھر کی ساری ذمہ داری فرید کے سر تھی۔ وہ ہی اس گھر کا کفیل تھا۔ اور اسی کے ذمے سب کا خرچا تھا۔ اسما کا تان نفقہ بھی۔۔۔ جس میں سوائے تین وقت کھانا کھانے کے۔ اس نے کبھی اضافہ نہیں کیا تھا۔ گرمی سردی کا ایک ایک جوڑا امی خرید کر لاتی تھیں۔ چاروں بیٹیوں' ان کے بچوں کے ساتھ ساتھ اسما کے لیے بھی آتا تھا۔ وہ بھی اتنا باکہ نگاہ میں جچتا ہی نا۔۔۔ ایسے کپڑے تو کبھی ایک زمانے میں وہ عیدوں پہ پہنا کرتی تھی امی سے زبردستی بنوا کر۔۔۔ اب تو سستا کپڑا بھاتا نہیں تھا۔

شادی سے پہلے لگنے والی گورنمنٹ جاب کے ساتھ ہی اسما کے ٹھاٹ باٹ دیکھنے کے لائق ہو چلے تھے۔ کہاں تو ایک جوڑا آٹھ آٹھ سیزن پہنا جاتا تھا۔ اپنی اصلی رنگت' شکل اور ہیئت تک بدل دیتا تھا۔

اور کہاں اب اسما کی ساری تنخواہ جوتوں' کپڑوں کی نذر ہو جاتی تھی۔ کچھ پہننے اوڑھنے کا شوق بھی تھا۔ کچھ نوکری کے تقاضے بھی تھے۔

کبھی فرید اتنا خوش لباس ہوا کرتا تھا۔ ہر روز نیا جوڑا پہنتا۔ بنتا' سنورتا اور بہنیں دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی تھیں۔ فرید کی خوش لباسی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ کچھ وجاہت بھی بے پناہ تھی۔ رنگت انتہائی گوری' ہر رنگ رچ کے بجتا تھا۔ بہنیں جوتے چمکا چمکا کے رکھتیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک سوٹ دھلا دھلایا تیار لٹکا ہوا ملتا۔ فرید دن میں دو دو جوڑے بدلتا۔ برانڈڈ کپڑے پہنتا۔ بہترین جوتے' بہترین پرفیومز۔

اور پھر جیسے سب کچھ بدل گیا تھا۔

کہاں اسما اپنے ماموں کے بچوں جیسے لباس پہننے کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ اپنی مفلسی اور بدحالی سے نا آسودہ تھی اور کہاں اب اسما ایک سے بڑھ کر ایک اعلا' قیمتی اور نفیس لباس زیب تن کرتی تھی۔

اور اس کے ماموں کے بچے؟ یعنی فرید؟

شاید ہی سال میں اس نے کبھی کوئی نیا لباس بنایا ہو۔ امی ہی عید کے عید جوڑا بناتی تھیں یا اس کی بہنیں بھائی کی محبت میں تحفے اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں۔ لیکن فرید کا رویہ اس معاملے میں بڑا دوٹوک تھا۔ اس کا ایک ہی جواب بہنوں کے منہ بند کر دیتا۔

"بھائی بہنوں سے لیتے نہیں' دیتے ہیں۔" اور اس لمحے وہ پورے کا پورا صدیق ماموں کی کاپی لگا کرتا تھا۔ اس وقت بھی سوچیں جانے کہاں سے کہاں چلی گئی تھیں۔

وہ پانی لے کر واپس آئی تو "موضوع" بدل چکا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مامی اور سائرہ دانیہ کی سالگرہ کے متعلق بات کر رہی تھیں۔ اسما نے برتن سمیٹے' قہوہ بنایا اور جب وہ دوبارہ آنے لگی تب اچانک ہی مامی کو یاد آیا۔

"ارے سائرہ! ان کو دیکھا ہی نہیں؟ ہائے' بھوکے سو چکے ہوں گے۔ کیسی بھول ہو گئی۔" ان کا دل جیسے دھک سے رہ گیا تھا۔ اور اس ذکر پر اسما کا دل لمحہ بھر کے لیے سکڑ کر سمٹ گیا تھا۔ اسے لگا' دن بھر کی بوجھل کیفیت' بے زاری کی وجہ سامنے آگئی ہے۔

دراصل "ان دونوں" کا "ذکر خیر" ہی اسما کی تمام تر جھلاہٹ اور بیزاری کا سبب تھا۔

"گویا اصل اور حقیقی سبب۔"

☆ ☆ ☆

اسما کھڑے کھڑے عجیب سے تاثرات کا شکار ہو چکی تھی۔

دل میں ڈھیروں تلخی بھرے اس نے بظاہر عام انداز میں مامی کو قہوہ اور سائرہ کو دودھ کا گلاس تھمایا تھا۔ جسے اس نے سوچوں میں گم' ہی تھام لیا تھا۔ مامی البتہ بغور اس کا تپا تپا لال انگارہ سا دودھیا چہرہ دیکھنے لگیں۔ ملگجے سے اندھیرے میں بھی اسما کا حسن اتنا مکمل اور تابناک سا تھا جو مامی کی نگاہ سے بچ نہیں پائی تھی۔ انہوں نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

وہ بیٹھنے کے بجائے باہر نکلنے لگی تب مامی نے کچھ جھجک کر دھیمی آواز میں کہہ ہی دیا۔

"وہ دونوں بھوکے سو گئے۔ اتنی لمبی رات ہے۔ آدھی رات کو بھوک لگی تو؟ جگا کر کھانا کھلا دو۔" ان کا لہجہ ملجی سا تھا۔ ایک جھجک سی تھی۔

اسما کے اندر جھنجھلاہٹ بڑھنے لگی۔ اور صبح کا بوجھل پن دگنا ہو گیا تھا۔

"ہونہہ! جیسے نوکر ہوں نا ان کی۔ نواب زادوں کی خدمت کروں۔" اس نے دل ہی دل میں کڑھ کر سوچا اور بظاہر اس کا سر اثبات میں ہل گیا۔

لاؤنج سے نکل کر اس کا ہرگز بھی ارادہ نہیں تھا کہ وہ گیلری کے آخری سرے پہ بنے اس اسٹور نما کمرے کی طرف جائے گی۔ وہ کمرہ جو فالتو کباڑ سے بھرا ہوا تھا۔ تاریک گیلری کے آخری سرے پہ۔

لیکن جیسے ہی وہ لاؤنج سے نکلی قدم خود بخود ہی اندھیرے میں ڈوبی گیلری کی طرف بڑھ گئے تھے۔

وہ چونکی تو تب جب اس نے اپنے کشادہ بیڈ روم کے بجائے "ان دونوں" کے کباڑ سے بھرے ٹھکانے میں قدم رکھا تھا۔

زیرو پاور کا بلب روشن تھے اور وہ دونوں چارپائیوں میں کمبل اوڑھے نیند میں بے سدھ تھے۔ زرد روشنی میں بھی اسما کو ان دونوں کے چہروں پہ خوف سا نظر آیا تھا۔ وہ بے ارادہ ہی انہیں تکے گئی۔

پھر اس نے نگاہ ہٹا کر اردگرد کی چیزوں کا جائزہ لیا تھا۔

اسٹور روم میں اتنا سامان اور عجیب سی باس رچی تھی۔ جس کی وجہ سے دم گھٹ سا رہا تھا۔ اسما سے وہاں کھڑا رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ اتنا ڈھیر سامان' پرانے کپڑوں کی گانٹھیں' صندوق' پیٹیاں اور ٹوٹا پھوٹا فالتو سامان۔ توبہ طبیعت اوب سی گئی تھی۔

وہ ان دونوں کی نیند خراب کرنے کا ارادہ ترک کرتی جلدی سے باہر آگئی تھی۔

اندھیرے میں ڈوبی گیلری اور الگ تھلگ سے اس کمرے کی وحشت سے گھبرا کر اس نے جلدی سے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔

جیسے ہی دروازہ کھولا اچانک خیال آیا۔ فرید کو قہوہ تو دیا نہیں تھا۔ وہ الٹے قدموں پھر سے کچن میں آئی تھی۔ تازہ قہوہ بنا کر جب وہ دوبارہ کمرے میں آئی تب اسے سو فیصد یقین تھا اب تک فرید سو چکا ہو گا۔ لیکن اندر آکر اس کا اندازہ غلط ثابت ہو گیا تھا۔

وہ نہ صرف جاگا ہوا تھا بلکہ کسی حساب کتاب میں الجھا ہوا بھی تھا۔ یعنی حساب میں جو اس کا ایک زمانے میں پسندیدہ مضمون تھا۔ تبھی تو اس نے شوق نہ رکھتے ہوئے بھی صرف حساب کی وجہ سے ایم اے کر لیا تھا۔ ریاضی میں ایم اے۔۔۔ اور ایک زمانہ تھا۔ یہی کوئی آٹھ' نو سال پہلے جب پورے محلے کے لوگ فرید کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پیچھے پڑے رہتے تھے کہ ان کے بچوں کو حساب کے سوال سمجھا دے۔ جن کے بچے تین تین سال سے دسویں میں اٹکے تھے۔ فرید کے اس "کمال" کی وجہ سے ایف اے اور بی اے تک کر گئے تھے۔

اور اسی "حساب" کی وجہ سے ہی فرید عمر بھر کے لیے سود و زیاں کے لامتناہی حساب سے دوچار ہو گیا تھا۔ اسی حساب میں کمال حاصل ہونے کی اطلاع خوبی کے باعث۔

یہ حساب ہی تو تھا جس کی وجہ سے فرید عمر بھر کے خساروں میں گھر گیا تھا۔ اسی حساب نے فرید کی زندگی کو آزمائش اور پھر امتحان بنا دیا تھا۔

اور پھر وہ زندگی کے تلخ ترین حساب و کتاب میں الجھ گیا۔ شاید ہمیشہ کے لیے۔

اسما کا دل بھر آیا تھا۔ وہ دبے قدموں سے فرید کے قریب آ گئی تھی۔ اس نے چونک کر دیکھا اور پھر کیلکولیٹر پہ نگاہ جما دی تھی۔ یعنی فرید کو کیلکولیٹر کی ضرورت بھی آن پڑی؟ کیا وہ اتنا ہی الجھا ہوا تھا یا اس کے ذہن میں یکسوئی نہیں تھی؟ کہیں دھیان بھٹک بھٹک کر اسٹور روم کی طرف تو نہیں جا رہا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا بھلا یہ کیونکر ممکن تھا؟

وہ شدید ڈسٹرب ہو چکی تھی۔

اسے اپنے سر پہ سوار دیکھ کر فرید نے نرمی سے کہا تھا۔

"یہاں رکھ دو۔" اس نے ـــــ تپائی پہ رجسٹر رکھا اور قہوہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اسما نے قہوے کی پیالی تپائی پہ رکھ دی تھی۔ پھر دوسری طرف سے گھوم کر پلنگ پہ اپنی جگہ کی طرف آ گئی تھی۔ لیکن سنگھار میز سے کلینزنگ کی بوتل اٹھانی نہیں بھولی تھی۔

اس نے لیٹنے سے پہلے اپنا "شغل" پورا کیا تھا۔ ہاتھوں پیروں کا مساج کرنے کے بعد' ہاتھ دھوئے' نائٹ لوشن لگایا۔ بالوں میں برش پھیرا اور آرام سے پلنگ کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

فرید نے گہرا سانس کھینچ کر ہمیشہ کی طرح اس کے "شغل" اور مصروفیت کو خاموشی سے دیکھا تھا۔ پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

اسما کو ان ساروں کی بھلا کیا ضرورت تھی! فرید کو یہ معمہ کبھی حل ہوتا نظر نہ آیا تھا۔ لیکن وہ روزانہ اسے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ برباد کرتا ضرور دیکھتا تھا۔

اس نے کام ختم کر کے قہوہ اٹھا کر گھونٹ گھونٹ پینا شروع کیا تو اسما کی آواز اس خاموش ماحول میں گونج اٹھی تھی۔ فرید کو لامحالہ توجہ دینا پڑی۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ فرید نے سمجھا شاید کوئی پریشانی ہے۔ خود سے تو اس نے پوچھنا نہیں تھا۔ اسما خود ہی بتا دیتی ـــ جیسے اس نے ابھی ابھی بتایا تھا۔

"فرید! جمعہ کو فارغ ہو؟" شاید بات کرنے کے لیے تمہید ضروری ہوتی ہے۔ سو اسما نے تمہید کا سہارا لیا تھا۔

"میں ـــ؟" وہ ایسے چونکا تھا جیسے اس کا نام فرید نہیں تھا اور اسما کسی اور سے ہی مخاطب تھی۔

"ہاں تم۔" اسما نے تحمل سے کہا ـــ ورنہ غصہ تو جی بھر کے آیا تھا۔

"کب فارغ ہوتا ہوں۔ اکثر جمعہ کو مال بھی آتا ہے اور گھر کے بھی ضروری کام نمٹانے ہوتے ہیں۔ راشن بھی تقریباً" ختم ہے۔ اس جمعہ کو تو وقت نہیں۔" فرید نے اپنی مصروفیت کی وجوہات بتائی تو اسما گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"یعنی تم نہیں چلو گے ـــ ہمیشہ کی طرح۔" اسما نے آخری الفاظ دل میں کہے تھے۔ فرید اب کے چونکا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" سادہ سا سوال ابھرا۔

"میری کولیگ کے بھائی کا ولیمہ ہے۔ شادی میں نہیں جاؤں گی مگر ایک فنکشن تو اٹینڈ کرنا ہی ہے۔" اسما نے جتا کر کہا تھا۔ فرید گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"تم چلی جانا میں چھوڑ دوں گا۔ ڈے فنکشن ہے نا۔"

"ہاں۔" اسما نے بتایا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ چلو بات ختم۔" فرید نے مطمئن

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو کر قہوہ ختم کیا اور اسما پہ بلاوجہ ہی جھنجلاہٹ سوار ہو چکی تھی۔ یہ جھنجلاہٹ تو پچھلے تین ماہ سے اسما کے سر پہ سوار تھی۔ طبیعت بیزار' غصہ' چڑچڑاہٹ اور نجانے کیا کیا۔ پچھلے تین مہینوں سے۔ جس دن سے وہ دونوں یہاں تھے۔

اور اسما جانتی تھی ساری جھلاہٹ' بیزاری' غصے اور اکتاہٹ کا ہر سرا میں نہ میں سے ان دونوں کے وجود اور ذات سے ہی جڑا ہوا ہے۔

اور ایک مرتبہ پھر دونوں کے درمیان دبیز خاموشی کی چادر تن گئی تھی۔ یہ تو کئی سالوں سے تھا۔ عموماً" اسما ہی اس خاموشی کو بے ضرر گفتگو کے ذریعے توڑتی رہتی تھی۔ فرید نے کبھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ کسی بھی معاملے میں نہیں بولتا تھا۔ اس کی بہنوں کے مسائل کا کوئی قصہ ہوتا۔ انہیں "دینے لینے" کا کوئی معاملہ ہوتا۔ فرید نے کبھی اسما سے ڈسکس نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسما بھی سارا کچھ فرید پہ ڈال کر پہلو تہی کرتی تھی۔ انہیں دینے دلانے میں کبھی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

اور اس وقت بہت چاہنے کے باوجود بھی اسما کا دھیان "ان دونوں" سے نہیں ہٹ پا رہا تھا۔ بار بار سوچوں کا پنچھی اڑ اڑ کر ان کی طرف لپکتا۔ وہ کہاں تک ضبط کرتی۔ بالآخر جھنجلا سی گئی تھی۔

فرید اس کی الجھی سوچوں سے قطعاً" بے نیاز کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ اتنا مطمئن اور پرسکون۔ جیسے تین ماہ پہلے ان کی زندگی میں کوئی طوفان نہ آیا ہو۔ یہ اتنا لاپروا' بے نیاز اور لاتعلق کیسے ہو سکتا تھا؟

اسما کو جی بھر کے غصہ آیا تھا۔ یعنی اس کی زندگی میں جھنجلاہٹ' بے چینیاں اور بے سکونی بھر کے وہ اتنا پرسکون کیسے ہو سکتا تھا؟

اسما نے اندر کی بے چینیوں سے گھبرا کر بے ارادہ ہی فرید کو پکار لیا۔ آخر وہ جاگ رہی تھی تو فرید کیوں پرسکون ہو کر سو رہا تھا۔

"فرید!" نیم تاریکی میں اس کی آواز ابھری تو فرید چونک سا گیا۔ یعنی وہ ابھی سویا نہیں تھا۔ تو کیا وہ بھی سوچ رہا تھا۔ سوچوں میں گم تھا۔ انہی سوچوں میں جو اسما کو بے چینی کے منجدھار میں ڈبو رہی تھیں۔

"ہوں۔۔۔ کیا ہوا؟" اس نے بغیر کروٹ لیے نرمی سے پوچھا۔

"ایسے ہی' نیند نہیں آ رہی۔" اسما سے بات نہیں بن پائی تھی۔

"تو چائے نہ پیتیں تم۔۔۔ اب جاگتی رہو گی۔ صبح دفتر بھی جانا ہے۔" فرید کی آواز دوبارہ ابھری تھی۔ اسما نے گہرا سانس لیا۔ نیم تاریکی میں اسے ہر چیز اجنبی سی لگ رہی تھی۔ حتیٰ کہ فرید بھی۔

"یہ اتنا انجان کیوں بن رہا ہے؟ کیا یہ جانتا نہیں' میں کیوں بے چین ہوں؟" اسما پہ جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔ اس نے تنگ آ کر جھنجلاتے ہوئے کہا۔

"فرید! کیا تم جانتے نہیں۔۔۔ میں اس قدر ڈسٹرب ہوں۔ تم اتنے پرسکون کیسے ہو سکتے ہو۔ میری تو نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔"

اس کے تلخ لہجے میں ایسا کچھ تھا ضرور جس نے فرید کو چونکا دیا۔ وہ نہ صرف چونکا تھا بلکہ اس نے کروٹ بھی بدل لی تھی۔ پھر اس نے ذرا سی گردن اونچی کر کے اسما کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں چھت پر ٹکی تھیں اور آنکھوں کے کنارے نم معلوم ہوتے تھے۔ کیا وہ رو رہی تھی؟ اور اس کی آنکھوں میں کتنی ویرانی بھری تھی۔ فرید بس دیکھتا رہ گیا تھا۔

"ایسا کیوں ہے؟" فرید نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔ اسے اپنی ہی آواز دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"کیا تم نہیں جانتے؟" اسما کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔ وہ اس کی اذیت سے اتنا بے خبر کیوں تھا؟ آخر کیوں؟ یا وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا۔

"میں کیا نہیں جانتا؟" فرید نے الجھ کر پوچھا۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جاتا۔ اسما کا دل چاہا اپنا ہی سر کسی چیز پہ مار کر پھاڑ لیتی۔

"فرید! تم۔۔۔ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ آنکھیں بند ہیں تمہاری کیا؟ تمہیں نظر۔۔۔ نہیں آتا کیا؟ میں "ان

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پیچھے پڑے رہتے تھے کہ ان کے بچوں کو حساب کے سوال سمجھا دے۔ جن کے بچے تین تین سال سے دسویں میں اٹکے تھے۔ فرید کے اس "کمال" کی وجہ سے ایف اے اور بی اے تک کر گئے تھے۔

اور اسی "حساب" کی وجہ سے ہی فرید عمر بھر کے لیے سود و زیاں کے لامتناہی حساب سے دوچار ہو گیا تھا۔ اسی حساب میں کمال حاصل ہونے کی اعلا خوبی کے باعث۔

یہ حساب ہی تو تھا جس کی وجہ سے فرید عمر بھر کے خساروں میں گھر گیا تھا۔ اسی حساب نے فرید کی زندگی کو آزمائش اور پھر امتحان بنا دیا تھا۔

اور پھر وہ زندگی کے تلخ ترین حساب و کتاب میں الجھ گیا۔ شاید ہمیشہ کے لیے۔

اسما کا دل بھر آیا تھا۔ وہ دبے قدموں سے فرید کے قریب آ گئی تھی۔ اس نے چونک کر دیکھا اور پھر کیلکولیٹر پہ نگاہ جما دی تھی۔ یعنی فرید کو کیلکولیٹر کی ضرورت بھی آن پڑی؟ کیا وہ اتنا ہی الجھا ہوا تھا یا اس کے ذہن میں یکسوئی نہیں تھی؟ کہیں دھیان بھٹک بھٹک کر اسٹور روم کی طرف تو نہیں جا رہا تھا؟ یہ کیسے ممکن تھا بھلا یہ کیونکر ممکن تھا؟

وہ شدید ڈسٹرب ہو چکی تھی۔

اسے اپنے سر پہ سوار دیکھ کر فرید نے نرمی سے کہا تھا۔

"یہاں رکھ دو۔" اس نے ـــــ تپائی پہ رجسٹر رکھا اور قہوہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اسما نے قہوے کی پیالی تپائی پہ رکھ دی تھی۔ پھر دوسری طرف سے گھوم کر پلنگ پہ اپنی جگہ کی طرف آ گئی تھی۔ لیکن سنگھار میز سے کلینزنگ کی بوتل اٹھانی نہیں بھولی تھی۔

اس نے لیٹنے سے پہلے اپنا "شغل" پورا کیا تھا۔ ہاتھوں پیروں کا مساج کرنے کے بعد 'ہاتھ دھوئے' نائٹ لوشن لگایا۔ بالوں میں برش پھیرا اور آرام سے پلنگ کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

فرید نے گہرا سانس کھینچ کر ہمیشہ کی طرح اس کے "شغل" اور مصروفیت کو خاموشی سے دیکھا تھا۔ پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

اسما کو ان سماروں کی بھلا کیا ضرورت تھی! فرید کو یہ معمہ کبھی حل ہوتا نظر نہ آیا تھا۔ لیکن وہ روزانہ اسے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ برباد کرتا ضرور دیکھتا تھا۔

اس نے کام ختم کر کے قہوہ اٹھا کر گھونٹ گھونٹ پینا شروع کیا تو اسما کی آواز اس خاموش ماحول میں گونج ابھی تھی۔ فرید کو لامحالہ توجہ دینا پڑی۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ فرید نے سمجھا شاید کوئی پریشانی ہے۔ خود سے تو اس نے پوچھنا نہیں تھا۔ اسما خود ہی بتا دیتی ـــ جیسے اس نے ابھی ابھی بتایا تھا۔

"فرید! جمعہ کو فارغ ہو؟" شاید بات کرنے کے لیے تمہید ضروری ہوتی ہے۔ سو اسما نے تمہید کا سہارا لیا تھا۔

"میں ـــ؟" وہ ایسے چونکا تھا جیسے اس کا نام فرید نہیں تھا اور اسما کسی اور سے ہی مخاطب تھی۔

"ہاں تم۔" اسما نے تحمل سے کہا۔ ورنہ غصہ تو جی بھر کے آیا تھا۔

"کب فارغ ہوتا ہوں۔ اکثر جمعہ کو مال بھی آتا ہے اور گھر کے بھی ضروری کام نمٹانے ہوتے ہیں۔ راشن بھی تقریباً" ختم ہے۔ اس جمعہ کو تو وقت نہیں۔" فرید نے اپنی مصروفیت کی وجوہات بتائی تو اسما گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"یعنی تم نہیں چلو گے ـــ ہمیشہ کی طرح۔" اسما نے آخری الفاظ دل میں کہے تھے۔ فرید اب کے چونکا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" سادہ سا سوال ابھرا۔

"میری کولیگ کے بھائی کا ولیمہ ہے۔ شادی میں نہیں جاؤں گی مگر ایک فنکشن تو اٹینڈ کرنا ہی ہے۔" اسما نے جتا کر کہا تھا۔ فرید گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"تم چلی جانا میں چھوڑ دوں گا۔ ڈے فنکشن ہے نا۔"

"ہاں۔" اسما نے بتایا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ چلو بات ختم۔" فرید نے مطمئن

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو کر قہوہ ختم کیا اور اسما پہ بلاوجہ ہی جھنجلاہٹ سوار ہو چکی تھی۔ یہ جھنجلاہٹ تو پچھلے تین ماہ سے اسما کے سر پہ سوار تھی۔ طبیعت بیزار' غصہ' چڑچڑاہٹ اور نجانے کیا کیا۔ پچھلے تین مہینوں سے جس دن سے وہ دونوں یہاں تھے۔

اور اسما جانتی تھی ساری جھلاہٹ' بیزاری' غصے اور اکتاہٹ کا ہر سرا ہیں نہ کہیں سے ان دونوں کے وجود اور ذات سے ہی جڑا ہوا ہے۔

اور ایک مرتبہ پھر دونوں کے درمیان دبیز خاموشی کی چادر تن گئی تھی۔ یہ تو کئی سالوں سے تھا۔ عموماً" اسما ہی اس خاموشی کو بے ضرر گفتگو کے ذریعے توڑتی رہتی تھی۔ فرید نے کبھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ کسی بھی معاملے میں نہیں بولتا تھا۔ اس کی بہنوں کے مسائل کا کوئی قصہ ہوتا۔ انہیں "دینے لینے" کا کوئی معاملہ ہوتا۔ فرید نے کبھی اسما سے ڈسکس نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسما بھی سارا کچھ فرید پہ ڈال کر پہلو تہی کرتی تھی۔ انہیں دینے دلانے میں کبھی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔

اور اس وقت بہت چاہنے کے باوجود بھی اسما کا دھیان "ان دونوں" سے نہیں ہٹ پا رہا تھا۔ بار بار سوچوں کا پنچھی اڑ اڑ کر ان کی طرف لپکتا۔ وہ کہاں تک ضبط کرتی۔ بالآخر جھنجلا سی گئی تھی۔

فرید اس کی الجھی سوچوں سے قطعاً" بے نیاز کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ اتنا مطمئن اور پرسکون۔ جیسے تین ماہ پہلے ان کی زندگی میں کوئی طوفان نہ آیا ہو۔ یہ اتنا لاپروا' بے نیاز اور لاتعلق کیسے ہو سکتا تھا؟

اسما کو جی بھر کے غصہ آیا تھا۔ یعنی اس کی زندگی میں جھنجلاہٹ' بے چینیاں اور بے سکونی بھر کے وہ اتنا پرسکون کیسے ہو سکتا تھا'

اسما نے اندر کی بے چینیوں سے گھبرا کر بے ارادہ ہی فرید کو پکار لیا۔ آخر وہ جاگ رہی تھی تو فرید کیوں پرسکون ہو کر سو رہا تھا۔

"فرید!" نیم تاریکی میں اس کی آواز ابھری تو فرید چونک سا گیا۔ یعنی وہ ابھی سویا نہیں تھا۔ تو کیا وہ بھی سوچ رہا تھا۔ سوچوں میں گم تھا۔ انہی سوچوں میں جو اسما کو بے یقینی کے منجدھار میں ڈبو رہی تھیں۔

"ہوں۔۔۔ کیا ہوا؟" اس نے بغیر کروٹ لیے نرمی سے پوچھا۔

"ایسے ہی' نیند نہیں آ رہی۔" اسما سے بات نہیں بن پائی تھی۔

"تو چائے نہ پیتیں تم۔۔۔ اب جاگتی رہو گی۔ صبح دفتر بھی جانا ہے۔" فرید کی آواز دوبارہ ابھری تھی۔ اسما نے گہرا سانس لیا۔ نیم تاریکی میں اسے ہر چیز اجنبی سی لگ رہی تھی۔ حتیٰ کہ فرید بھی۔

"یہ اتنا انجان کیوں بن رہا ہے؟ کیا یہ جانتا نہیں' میں کیوں بے چین ہوں؟" اسما پہ جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔ اس نے تنگ آ کر جھنجلاتے ہوئے کہا۔

"فرید! کیا تم جانتے نہیں۔۔۔ میں اس قدر ڈسٹرب ہوں۔ تم اتنے پرسکون کیسے ہو سکتے ہو۔ میری تو نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔"

اس کے تلخ لہجے میں ایسا کچھ تھا ضرور جس نے فرید کو چونکا دیا۔ وہ نہ صرف چونکا تھا بلکہ اس نے کروٹ بھی بدل لی تھی۔ پھر اس نے ذرا سی گردن اونچی کر کے اسما کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں چھت پر ٹکی تھیں اور آنکھوں کے کنارے نم معلوم ہوتے تھے۔ کیا وہ رو رہی تھی؟ اور اس کی آنکھوں میں کتنی ویرانی بھری تھی۔ فرید بس دیکھتا رہ گیا تھا۔

"ایسا کیوں ہے؟" فرید نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔ اسے اپنی ہی آواز دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"کیا تم نہیں جانتے؟" اسما کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔ وہ اس کی اذیت سے اتنا بے خبر کیوں تھا؟ آخر کیوں؟ یا وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا۔

"میں کیا نہیں جانتا؟" فرید نے الجھ کر پوچھا۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جاتا۔ اسما کا دل چاہا اپنا ہی سر کسی چیز پہ مار کر پھاڑ لیتی۔

"فرید! تم۔۔۔ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ آنکھیں بند ہیں تمہاری کیا؟ تمہیں نظر۔۔۔ نہیں آتا کیا؟ میں "ان

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دونوں" کی بات کر رہی ہوں؟ وہی دو جو تین مہینے سے ہماری زندگیوں پہ زبردستی مسلط کر دیے گئے۔" اسما کا سانس پھول گیا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور تنفس تیز تر۔ فرید الجھی الجھی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

"کون؟ تم کس کی بات کر رہی ہو؟" فرید کے الفاظ نے تو اسما کو سر سے لے کر پیروں تک سلگا دیا تھا۔ فرید گیا "حالت نیند" میں تھا! اس کا دماغ چل گیا تھا! یا اس کی یادداشت کھو گئی تھی؟

"فرید۔۔۔!" اب کے اسما کو شدید شاک لگا تھا۔ اس کا لہجہ تیز ہوا تو جیسے فرید کو بھی بھولی بسری ایک کہانی کا کوئی کردار یاد آ گیا تھا اور اس کردار کے دو اور حصے۔ جو اس وقت کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی کسی ٹھوس حقیقت کی طرح ان کے سروں پہ مسلط تھے۔

فرید جیسے اندر تک ہل گیا تھا۔ اس کی شیشے جیسی شفاف آنکھوں میں چمکیلا پانی تیرنے لگا۔ یا اسما کو ہی محسوس ہوا تھا۔ وہ سن سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی اور فرید ایسے ساکت تھا جیسے دوبارہ کبھی بھولے گا ہی نہیں۔ اس کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔

"وہ تم پر زبردستی مسلط نہیں ہوئے۔ تمہیں اختیار دیا گیا تھا اور فیصلہ تمہارے ہاتھ میں تھا۔ تم جو چاہے کر لیتیں۔ ٹھکرا دیتیں، دھتکار دیتیں یا اپنا لیتیں تم تب کیوں خاموش ہو گئی تھیں؟ غلطی کس کی ہے بھلا؟ اب مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" پہلی مرتبہ فرید نے اتنی لمبی بات کی تھی اور اسما کا دل چاہا وہ زور زور سے رونا شروع کر دے۔ فرید کی باتوں پہ وہ پھٹ پڑی تھی۔

"تو کیا کرتی؟ مامی نے بندوق میرے کندھوں پہ رکھ دی تھی اور تم بھی ایسے بے نیاز ہو کر چل دیے تھے۔ جیسے تمہارا ان سے کوئی تعلق واسطہ ہی نہ ہو۔ مامی کو سارا "بار" دوسروں پہ ڈال کر ٹارگٹ اچیو کرنا آتا ہے۔ ہاتھ جھاڑ کر ایسے بری الذمہ ہو گئیں۔ جو کرے گی اسما کرے گی اور اسما کیوں سارا گناہ اپنے سر لیتی؟" اسما کا لہجہ تلخ ترین ہو چکا تھا اور فرید دوسری طرف ایسے ہی تھا۔ ٹھنڈا، نرم اور خاموش۔۔۔ وہ اس کے غصے اور تلخی پہ بھی کچھ نہ بولا۔ گو کہ اسے غصہ آ رہا تھا اور ماتھے پہ ایک دو بل بھی غصے کی نشاندہی کر رہے تھے۔ لیکن اسے ہمیشہ اپنے جذبات کو خود تک محدود رکھنے کی عادت تھی۔

"تم مانتی ہو نا۔۔۔ اگر تم خاموش نہ رہتیں تو سارا گناہ تمہارے سر آتا۔ تمہارا کوئی بھی فیصلہ تمہیں گناہ گار بنا دیتا؟ تو پھر یہ غصہ یہ جھنجلاہٹ یہ تلخی کیوں؟" فرید کی کچھ دیر بعد نرم سی آواز ابھری تھی۔ وہ اپنے غصے پہ قابو پا چکا تھا۔۔۔ ان دو انسانوں کو پچھلے تین مہینوں میں وہ یکسر بھول چکا تھا۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ کوئی اور بھی اس کے گھر کی چھت تلے موجود تھے۔ جن کی ذمہ داری اللہ نے اس پہ ڈال رکھی تھی۔

اسما نے۔۔۔ چنگاری کو ہوا دے دی تھی۔ اس کے اندر دور تک آگ ہی آگ پھیلنے لگی تھی۔ ہر طرف تپش ہی تپش تھی۔

اور ادھر اسما کی کیفیات بھی فرید سے مختلف نہیں تھیں۔

"اس لیے کہ زبردستی کے بوجھ میری اوقات اور برداشت سے باہر ہیں۔" اسما کا لہجہ دو ٹوک تھا۔ گویا اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اب اس پہ قائم رہنا چاہتی تھی۔

فرید لمحہ بھر کے لیے اس کی بات اور لب و لہجے کی گہرائی کو ناپتا رہا۔ پھر اس نے سرخ آنکھوں پہ بازو رکھ کر کروٹ بدل لی تھی۔ لیکن اس کے الفاظ پہلی مرتبہ اسما کو منجمد کر چکے تھے۔

"تمہیں کس نے کہا ہے برداشت کرو۔۔۔؟" ٹھنڈا ٹھار چابک اسما کے وجود پہ پڑا تھا۔ اور وہ بلبلا بھی نہیں سکی تھی۔

"تو کیا کروں؟" اس نے غصے میں جھنجلا کر کہا۔

"انہیں گھر سے نکال دو۔۔۔" فرید کا وہی ٹھنڈا انداز۔ دو ٹوک، ٹھوس اور بے لچک قسم کا۔ اسما کو یوں لگا جیسے کمرے کی پوری چھت تلے سمیت اس کے سر پہ آ گری ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کا دم گھٹنے لگا۔ سانس رکنے لگا۔ دل کٹنے لگا۔
"انہیں گھر سے نکال دو۔"
"انہیں گھر سے نکال دو۔" کمرے کی ایک ایک چیز چلا چلا کر اعلان کر رہی تھی۔ چیخ چیخ کر چلا رہی تھی اور نہایت تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
"کیا اسما ایسا کر سکتی تھی!"

☼ ☼ ☼

اور سرما کی صبح بھی ویسی ہی تھی۔ کہر میں لپٹی ہوئی، دھند زدہ سی۔
سورج آج بھی آسمان پہ کہیں نہیں تھا۔ بدلیوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔ یا سردی کی شدت سے بیزار سا منہ چھپا کر بیٹھا تھا۔
اسما کی صبح کا آغاز بہت سویرے ہوتا تھا۔
وہ اٹھتی تو فرید کو بھی نماز کے لیے جگا دیتی تھی۔ فرید نماز کے لیے مسجد جاتا تھا۔ پھر کافی دیر کے بعد ہی واپس آتا۔ چاہے گرمی ہو چاہے سردی۔ فرید ماموں کے ساتھ بچپن سے ہی صبح کی سیر کا عادی تھا۔ اب یہ عادت اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ چھوٹتی ہی نہیں تھی۔ چاہے موسم کیسا ہی کیوں نہ ہوتا۔ وہ واک کے بعد ہی گھر آتا تھا۔ واپسی پہ اکثر چھوٹا موٹا ناشتے کا سامان بھی لے آتا تھا۔ سبزی، دال یا نان خطائی وغیرہ بھی۔
آج بھی اسما جب بن سنور کر کچن میں آئی تو فرید سلیب پر انڈے، ڈبل روٹی اور جیم رکھ رہا تھا۔
یہ ریڈی میڈ ناشتہ اسما کی پسند بھی تھا اور مرغوب بھی، باقی سب تو آملیٹ پر اٹھا کھانے کے عادی تھے۔ اسما سلائس لیتی تھی۔ اکثر لنچ کے لیے سینڈوچ بھی بنا لیتی۔ دفتر میں کم کم ہی بازار کا کھانا منگواتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے جلدی جلدی فریج سے آٹا نکال کر پراٹھے بنانے شروع کیے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ کن انکھیوں سے فرید کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جو اسٹول پہ بیٹھا گھونٹ گھونٹ پانی پی رہا تھا۔
رات کی باتوں کا اس کے چہرے پہ شائبہ تک نہیں تھا۔ اسما حیران رہ گئی۔ اسے اپنے تاثرات چھپانے میں کتنی مہارت تھی۔
اس نے پراٹھے تلے تو وہ اٹھ کر کپڑے بدلنے چلا گیا تھوڑی دیر بعد ہی اس کی واپسی ہو گئی۔ اسما نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور دیکھتی گئی تھی۔
نیلی جینز پہ سفید بانی نیک پہن رکھی تھی۔ بڑے دنوں بعد شیو بھی بنائی تھی۔ تازہ تازہ شیو کی نیلاہٹیں کتنی بھلی لگ رہی تھیں اور آفٹر شیو لوشن کی بھینی بھینی سی مہک اردگرد بھٹکنے لگی۔
وہ پہلے کی طرح ہی بھرپور، دلنشین اور وجیہہ تھا۔
اسما نے نگاہ بھر کے دیکھا تو وہ بھی چونک گیا۔
"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" اس کا انداز سادہ تھا۔ اسما نے گہرا سانس بھرا۔ پراٹھا اور آملیٹ ٹرے میں رکھ کر اس کے سامنے کیا۔
"بس ایسے ہی۔" اسما تھوڑی خفیف سی ہوئی تھی۔ جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔
"کیا بہت اچھا لگ رہا ہوں؟" آج خلاف معمول کچھ بات ہو رہی تھی؟ اسما حیران ہوئی۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں پہلے سی سادگی نہیں تھی۔ ہلکا سا تجسس دکھائی دیتا تھا۔ جیسے وہ اس کا جواب جاننا چاہتا ہو۔ اسما نے سلائس کترتے ہوئے بے ساختہ اثبات میں سر ہلایا۔
"تم ہمیشہ اچھے لگتے ہو۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پائی تھی۔ وہ کافی دیر تک منتظر نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے مایوسی سے نگاہ ہٹا لی تھی۔
اسما نے چائے کی پیالی اس کے سامنے رکھی۔
"امی اور سائرہ کب تک اٹھیں گی؟" اس نے طویل ہوتی خاموشی سے گھبرا کر پوچھا تھا۔
"سائرہ اٹھ گئی ہے۔ امی نماز کے بعد سو جاتی ہیں۔ سو کے ناشتہ کریں گی۔" اسما نے چائے پیتے ہوئے بتایا تھا۔ وہ منتظر تھی شاید وہ کسی اور کے بارے میں بھی ضرور پوچھے گا۔ سوال کرے گا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ شاید رات کے غصے کو ایک مرتبہ پھر بھول چکا تھا۔ جیسے گیارہ سالوں سے بھولا ہوا تھا۔
اس نے سر ہلا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

"تمہیں شادی کے لیے کتنے پیسے چاہئیں؟" یہ وہ ضروری کام تھا جو فرید کے ہی ذمے تھا۔ خاندان ہو ملنے والے یا اسماء کے حلقہ احباب میں ہونے والے فنکشنز' دیگر تقریبات۔ دینے دلانے کی ساری ذمہ داری فرید کے سر تھی۔ وہ خود بخود ضرورت پوری کردیا کرتا تھا۔ چاہے اس کے پاس کچھ نہ ہوتا۔ اور اسما کا پرس نوٹوں سے بھرا ہوتا۔ وہ اس معاملے میں جان بوجھ کر پہلو تہی سے کام لیتی تھی۔

"دو ہزار۔" اس نے انداز" بتایا تو فرید نے اسی وقت جیب سے دو ہزار نکال کر سلیب پہ رکھ دیے تھے۔ اسما نے دو پراٹھے پاٹ پاٹ میں رکھے اور اپنے لیے سینڈوچ بنا کر اٹھ گئی تھی۔

فرید بھی ماما کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ انہیں کام پہ جانے سے پہلے خدا حافظ کہنے کے لیے۔ اس نے پاٹ پاٹ پہ ایک نگاہ ڈالی اور اپنا لنچ باکس اٹھا لیا۔

اس نے آج بھی دو ہی پراٹھے بنائے تھے۔ ایک ماما کے لیے اور ایک سائرہ کے لیے۔

اور ان دونوں کے لیے؟ اس نے گہرا سانس لیا اور کچن سے باہر آگئی۔

اس کے دل میں ان دونوں کے لیے اتنی ہی تنگی تھی۔ وہ اپنے دل کو اس معاملے میں کشادہ نہیں کر پاتی تھی۔ کیونکہ اس نے کبھی ایسی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

اس نے سر جھٹکا' اور ایک آخری نگاہ اندھیرے میں ڈوبی ڈیوڑھی کے آخری سرے پہ بنے اسٹور روم پہ ڈالی تھی۔ وہ دونوں ابھی تک اسٹور روم میں بند تھے۔ اور اسما جانتی تھی جب تک وہ اور فرید گھر پہ تھے۔ ان دونوں نے اپنی کچھار سے باہر نہیں آنا تھا۔

پچھلے تین مہینوں سے ان دونوں کا یہی معمول چلتا آرہا تھا۔ جس میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ لیکن اگلی صبح کچھ مختلف تھی۔ بہت مختلف۔

☆ ☆ ☆

آج دفتر میں سارا دن مصروفیت کی نذر ہو گیا تھا۔

ڈپٹی ایجوکیشن کا دورہ تھا۔ تحصیل بھر کے چیدہ چیدہ اسکولوں کا وزٹ کرنا تھا۔ اسما کو بھی لامحالہ ان کے ساتھ جانا پڑا تھا۔ پورا دن سفر میں ہی گزر گیا۔ کبھی ایک اسکول تو کبھی دوسرے اسکول۔

چند دن پہلے کچی بستی میں بھی ایک نئے پرائمری اسکول کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تھا۔ اس کی افتتاحی تقریب بھی ہونا تھی۔ ابھی تک کوئی دن طے نہیں ہو پا رہا تھا۔ یوں یہ معاملہ بھی التوا میں تھا۔

اسما آج جلدی گھر جانا چاہتی تھی لیکن فرید فارغ نہیں ہو رہا تھا۔ یوں اس نے فرید کو میسج کیا وہ رکشہ پہ گھر چلی جائے گی وہ آرام سے فارغ ہو کر آجائے۔

وہ دفتر سے نکلنے لگی تو اس کی پرانی یونیورسٹی فیلو کنول اچانک ہی ٹکرا گئی۔ بڑے سالوں بعد اس سے اچانک ملاقات ہو گئی تھی۔ اسما کو ان بوجھل کثیف اور بیزار دنوں میں اس کی آمد ہوا کے جھونکے کی مانند لگی تھی۔ کنول سدا کی باغ بہار طبیعت کی مالک تھی۔ آتے کے ساتھ ہی اسما کو پرانے دنوں میں لے گئی۔ ڈیڑھ دو گھنٹے میں یوں لگا تھا جیسے بیچ کے سال آئے ہی نہیں تھے۔

کنول شادی کے بعد اٹک چلی گئی تھی۔ بہت عرصے بعد اپنے شہر آئی تو اسما سے ملنے کو بے چین ہو گئی تھی۔ ادھر ادھر کی بے شمار باتوں کے بعد کنول کو ہی خیال آیا تھا۔

"اسما! تم نے بتایا ہی نہیں۔ کیسی گزر رہی ہے؟ بچے کتنے ہیں؟" کنول نے مسکرا مسکرا کر اپنے بچوں کی سیلفیاں دکھاتے ہوئے اچانک پوچھا تو اس کے مسکراتے لب ایک دم سکڑ گئے تھے۔

کنول کو سوال پوچھ کر جواب جاننے کا کم ہی خیال آتا تھا۔ کیونکہ وہ باتونی بہت تھی۔ ایک قصہ ختم کرتی تو دوسرا شروع ہو جاتا۔ ابھی بھی اسما کو جواب دینے کی اذیت سے بچا کر وہ کسی اور بات میں مشغول ہو چکی تھی۔

اور اسما کے اندر ایک چبھن دیتا احساس دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کی زندگی کی سب سے بڑی کمی سب سے بڑا خلا۔

اندر جیسے سناٹے اتر آئے تھے۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت پھیل گیا تھا۔

کنول کتنی ہی دیر بیٹھی رہی مگر اسما سے کوئی بھی بات نہیں ہو سکی تھی۔ وہ اس کا فون نمبر اور گھر کا پتا لے کر چلی گئی تھی۔ اور اسما کے اندر ڈھیر سارے سوالیہ نشان چھوڑ گئی تھی۔

وہ بڑے ہی بوجھل دل کے ساتھ گھر واپس آئی تھی۔

گھر میں معمول کا سناٹا تھا۔ لگتا ہی نہیں تھا۔ اس گھر میں تین' چار نفوس موجود ہیں۔ ماں لاؤنج میں انگیٹھی کے سامنے بیٹھی تھیں۔ سائرہ کچن میں تھی۔ اسے آتا دیکھ کر باہر نکل آئی۔ اسما نے پرس میز پہ رکھا اور ماں کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔

"آج بہت دیر کردی؟" انہوں نے گردن موڑ کر ڈیوڑھی کی طرف دیکھا تھا۔ شاید فرید کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ اسما ان کی نگاہوں میں اتری بے چینی پاگئی تھی۔

"فرید نہیں آیا۔" اسما نے بتایا۔

"کیوں؟" وہ متفکر ہو گئی تھیں۔

"کوئی کام تھا۔" اسما نے کنپٹیاں دباتے ہوئے جواب دیا تھا۔ سائرہ بھی تب تک قریب آگئی تھی۔

"کھانا لاؤں؟"

"نہیں۔۔۔ فرید تو آجائے۔ کیا پکایا ہے؟" اس نے بے ارادہ ہی پوچھ لیا تھا۔

"وہی دال کیا پکانا تھا۔۔۔ فرید کل جائے گا تو سودا آئے گا۔" سائرہ کے بجائے ماں نے جواب دیا تھا۔ ان کی نگاہیں اس کے سجے ہاتھوں اور کلائیوں پہ جمی تھیں۔ جگر جگر کرتا بریسلیٹ اور انگوٹھیاں۔

"ہاں' ان فضول چیزوں کے لیے بہت پیسہ ہے۔ اتنا نہیں' شوہر کا ہاتھ بٹا دے۔" انہوں نے کلس کر سوچا تھا۔

"جانے کون سی بیویاں ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں کے آدھے بوجھ بانٹ لیتی ہیں۔" ان کا جی بہت برا ہو رہا تھا۔

"مجال ہے جو اس پہ اثر ہو۔ گھر میں اتنے دن سے دال' آلو پک رہے ہیں۔ نند مہمان گھر میں آئی ہے۔ نہ دودھ' نہ گوشت' نہ فروٹ۔ بھاں بھاں کرتا فریج۔ ذرا شرم نہیں۔ بھرے بازار سے اٹھ کر آتی ہے۔ اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ کسی ریڑھی سے پھل خرید لائے۔" وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھیں اور یہ کڑھنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ خود پہ جی بھر کے پیسہ لگانے والی کو اپنے سے وابستہ لوگوں کی ضروریات کا کبھی احساس نہیں ہوتا تھا۔

اسما کپڑے بدلنے کی غرض سے اٹھی تو پیچھے سے سائرہ کی آواز سنائی دی تھی۔

"انہیں کھانا کھلا دیا ہے۔ دونوں جلدی سونے کے عادی ہیں۔ بہت ہی صابر ہیں امی! نہ کوئی ناز نہ کوئی نخرہ۔ روکھا پھیکا جو بھی ملے صبر شکر سے کھا لیتے ہیں۔ ایک بات سوچ رہی تھی امی! ہم پانچوں بہن' بھائی کوئی ایسے تھے؟ ہم میں تو اتنے نخرے تھے۔ ابو نے ہمیں کتنے ناز سے پالا تھا۔ ہماری ہر فرمائش کو بن کہے پورا کیا۔ ہمیں ہر بہترین چیز مہیا کی۔ بہترین تعلیم دلوائی۔ اور ہم اپنے بچوں کو کیا دے رہے ہیں؟ بے یقینی؟ خوف؟ تکلیف؟ رشتوں کا مبہم احساس اور تحفظ؟ امی! یہ سب کیا ہے؟ میری برداشت سے بہت اوپر' آپ نے دیکھا نہیں۔ اسما اور فرید کا رویہ؟ وہ ہاتھ آئی نعمتوں کو کس انداز میں نظر انداز کر رہا ہے؟ کس انداز میں جھٹلا رہا ہے؟"

سائرہ اتنے دنوں سے جو دیکھ رہی تھی۔ اسی کے زیر اثر پھٹ پڑی تھی۔ ماں گم صم سی بیٹی کو دیکھتی رہ گئیں۔ کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھی۔ لیکن ان کے اختیار میں کیا تھا؟

"میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ میری کون سنتا ہے؟ سارے فیصلوں کا اختیار ان کے پاس ہے۔ جو خود مختار ہیں۔ اور درگزر سے کام نہیں لیتے۔ میں فرید سے کیسے کہوں؟ اسے تو یاد بھی نہیں۔۔۔ اس گھر میں تین

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مہینوں سے کوئی اور بھی رہ رہا ہے۔ اس نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔۔۔ یاد بھی نہیں اسے۔ ایسی حقارت؟ ایسی شقاوت۔"

مامی بھرائی آواز میں بولتی گئیں اور اسما سے مزید سننا دشوار ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی کہ سچ سننا بہت ہی کٹھن ترین مرحلہ ہوتا ہے اور سچ کا بار کوئی کوئی اٹھا سکتا ہے۔

☼ ☼ ☼

فرید کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ کام پہ نہیں جا سکا۔ اب بیمار شوہر کو چھوڑ کر اسما دفتر چلی جاتی تو اس کی گلو خلاصی ناممکن تھی۔ مامی نے تو اس جرم کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کرنا تھا۔

اس لیے اسما کو بھی چھٹی کرنا پڑی تھی۔

جب وہ ناشتہ بنانے کچن میں آئی تو مامی اور سائرہ بھی اٹھ چکی تھیں۔

اس نے آلو ابال کر آمیزہ بنایا۔ ارادہ تھا۔ آلو کے پراٹھے بنالے گی۔ وہ اس کام میں لگی ہوئی تھی۔ جب سرخ آنکھیں لیے فرید بھی آگیا۔ اس کا گلا خراب تھا۔ آواز بھاری تھی۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرہ بھی بخار کی حدت سے دمک رہا تھا۔

اس نے گرے قمیص شلوار پہ گرے ہائی نیک پہنی ہوئی تھی۔ اسے تیار دیکھ کر اسما حیران ہوئی۔

"کہیں جانا ہے کیا؟"

"منڈی سے تازہ سبزی اور پھل لے آؤں۔۔۔ گوشت بھی صبح کے وقت ملتا ہے۔ اسی لیے جا رہا ہوں۔ تم لسٹ بنا دو۔ کچھ اور چاہیے تو۔" فرید کا انداز مصروف سا تھا۔ وہ ہمدردی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر نرمی سے بولی تھی۔

"آج ضروری تھا کیا؟ سودا پھر آجاتا۔ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔" اسما نے چائے دم پر رکھی اور بیل دار پراٹھے بنانے شروع کیے۔

"سائرہ اتنے دن سے آئی ہوئی ہے۔ گھر میں کچھ بھی نہیں۔ اتنی شرمندگی ہو رہی تھی مجھے۔ کیا سوچتی ہوگی میری بہن۔۔۔ میں اپنی مہمان بہنوں کو دو وقت اچھا کھلا بھی نہیں سکتا۔" وہ آہستہ سے بولا تو اسما چپ رہی۔ اس ساری بات میں بہن کے لیے تو تفکر تھا اور کسی کے لیے تفکر کی پرچھائی تک نہیں تھی۔ سائرہ کے علاوہ بھی تو دو اور لوگ تھے۔ جو فرید کو یاد تک نہیں تھے۔ اسما کو ایک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

"یہ تو ہے۔" اس نے دل ہی دل میں تسلیم کیا۔ پھر کچن سے متعلق ایک لمبی لسٹ بنا کر فرید کو تھما دی تھی۔

"پہلے ناشتہ کرلو۔" اسما نے ٹرے فرید کے سامنے رکھی۔ تبھی سائرہ بھی آگئی تھی۔ اور سائرہ اکیلی نہیں تھی۔ اس کے پیچھے دو شرمائے گھبرائے سے وجود بھی تھے۔

اسما کے ہاتھ سے آٹے کا پیڑا گر گیا تھا اور اسی طرح فرید کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ بھی رک گیا۔ حیرت سی حیرت تھی۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ سائرہ ان دونوں کو نکال کر باہر لے آئے گی۔ وہ بھی فرید کے روبرو۔

اسما کا نفس جیسے رک رک کر چلنے لگا تھا۔ اس کا دل پوری شدت سے دھڑکنے لگا۔ وہ فرید کے سامنے تھے۔ سر جھکائے ہوئے اور فرید انہیں یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ جیسے حالتِ نیند میں ہو' اور اس کی نیند ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی تھی۔

اس کے چہرے پہ ناقابلِ یقین قسم کے تاثرات تھے۔

بے یقینی' حیرت' استعجاب' نراہٹ اور پھر اچانک در آنے والی بیزاری' نفرت اور حقارت۔ اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ فرید کو دیکھا اور سن ہو گئی تھی۔

وہ ابھی تک پلک جھپکے بغیر ان ہی دو کمزور سے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔

ایک ہی عمر کے۔ ایک ہی شکل کے دس سالہ بچے۔

اعتماد سے عاری' سہمے سہمے' خوف زدہ' گھبرائے ہوئے۔ چہرے مہرے سے فرید کا عکس لیے۔ خوب

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صورت' دل موہ لینے والی صورتیں ۔۔ اور جھکی آنکھوں میں تیرتی نمی۔

فرید کے ہاتھ سے نوالہ گر پڑا تھا۔ پھر اس نے میز کو پیچھے کھسکایا' اسٹول گھسیٹا اور ایک ہی جھٹکے کے ساتھ باورچی خانے سے باہر نکل گیا۔ یوں کہ سائرہ ہکا بکا رہ گئی تھی۔

"فرید۔۔۔" اس کے الفاظ اور پکار بھی منہ میں دب سی گئی۔ وہ خفیف سی کھڑی رہ گئی۔ جبکہ اسما نے اپنے تاثرات فوراً چھپا لیے تھے۔

تو وہ گھڑی آ ہی چکی تھی جب سائرہ ان دونوں کو ڈیوڑھی کے اسٹور سے نکال کر باہر لے آئی۔ اس گھر میں ان کا حق ملکیت جتانے۔

آج پورے تین ماہ بعد اسما نے بھی انہیں بغور دیکھا تھا۔

وہی پرانے بد رنگ کپڑے پہنے ہوئے۔ جگہ جگہ سے ادھڑے سویٹر' پرانی جرابیں اور ٹوٹی پرانی جوتیاں۔ عنید اور فضہ۔

ایک بھولا ہوا بوسیدہ قصہ اور اس کے بے ضرر کردار۔

فرید کی ضد کا انجام۔

اس کا عشق' جنون' ضد اور پھر انتقام۔

آہ' ایک گرد آلود زندگی کا بے رنگ اختتام۔

اسما کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

اس نے بے دلی سے فرید کی ٹرے کو دیکھا تھا۔ وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ عنید اور فضہ کی وجہ سے۔ اس نے انہیں دیکھنا تو دور کی بات' محسوس کرنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ عنید اور فضہ کو جس طرح سے وہ نفرت بھری نگاہ سے دیکھتا باہر نکل گیا تھا۔ اسما کے اندر ایک کمینی سی خوشی نے انگڑائی لی تھی۔

جس طرح سے فرید نے ان دونوں کو نظر انداز کیا تھا' اسی طرح اسما بھی ان سے لاتعلق ہو گئی۔ سائرہ نے بہت شدت کے ساتھ اس کا رویہ محسوس کیا تھا۔

پھر اس نے دونوں بچوں کو چھوٹے اسٹول پہ بٹھا دیا۔ وہ بہت ڈرے سہمے سے جھک کر اسما کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔ تب سائرہ نے ان دونوں کے سامنے پراٹھے رکھے۔ ان دونوں نے سر جھکا کر ناشتہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی خاموشی کے ساتھ۔ اسی جھجک کے ساتھ۔ پسند تھا یا نہیں۔ خواہش تھی یا نہیں۔ ہر چیز سے قطعی بے نیاز۔ وہ چھوٹے چھوٹے نوالے لینے کے بجائے بڑے بڑے پراٹھے کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ سائرہ کو بیچ میں ٹوکنا پڑا تو وہ دونوں ایک دم سہم گئے تھے۔ جیسے ان کے سامنے سے "روٹی" اچانک اٹھا لی جائے گی۔

سائرہ نے خود پراٹھے کے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر باری باری دونوں کے منہ میں ڈالے تو انہیں تھوڑی سی تسلی ہو گئی تھی۔ اسما سے یہ "چونچلے" برداشت نہ ہوئے تو چولہا بند کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

جب وہ باہر نکلنے لگی تو پیچھے سے سائرہ کی آواز آئی تھی۔

"عنید اور فضہ اب سب کے ساتھ کھانا کھایا کریں گے۔ ناشتہ بھی کچن میں کریں گے۔"

اس کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ ان دونوں بچوں کی حیثیت کو اسما اتنی آسانی کے ساتھ نظر انداز نہ کرے۔

اسما نے چپ چاپ سائرہ کا اعلان سنا تھا۔ پھر وہ کلستی ہوئی باہر نکل آئی۔

"میری بلا سے' فرید کے بیڈ روم میں ان کا خوان لگوا دو۔۔۔ تمہاری ساری کوششیں بے کار ہیں۔ فرید کے دل میں ان دونوں کے لیے تم محبت نہیں جگا سکتیں۔ وہ جس نفرت کی انتہا پہ ہے۔ ہرگز بھی انہیں قبول نہیں کرے گا۔ چاہے تم چاروں بہنیں جتنا مرضی زور لگا لو۔ کم از کم فرید کے دل میں ان کے لیے گنجائش نہیں نکل سکتی۔ گھر میں تو مہمانوں' مسافروں اور لاچاروں' لاوارثوں کو بھی عارضی طور پہ ٹھہرا لیا جاتا ہے۔"

وہ جلتی کلستی مختلف سوچوں میں ڈوبی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی اور دروازہ "ٹھاہ" کے ساتھ بند کر دیا۔ یوں کہ مائی اور سائرہ نے بہت چونک کر فرید

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے کمرے کی طرف دیکھا تھا۔ پھر ان کی آنکھوں میں مایوسی سی اتر آئی تھی۔

☆ ☆ ☆

سائرہ کے بیٹے کی ولادت کے ساتھ ہی گھر پہ اتنے دنوں سے چھایا جمود ٹوٹ گیا تھا۔

ایک دم مہمانوں کا تانتا بندھا اور فرید کی بڑی تین بہنیں بھی اپنے اپنے بچوں کے ہمراہ میکے میں چھٹیاں گزارنے پہنچ گئی تھیں۔

مہمانوں کی یلغار کے ساتھ ہی فرید کے ہاتھ سے بجٹ پھسلتا چلا گیا تھا۔

پہلے سائرہ کے بچے کی ولادت کا خرچا' پھر اس بچے کے لیے کی جانے والی شاپنگ اور پھر مہمانوں کی آمد و رفت ۔۔۔ وہ حتی الامکان کوشش کر رہا تھا۔ بھانجے' بھانجیوں کو کسی چیز کی کمی نہ ہونے دے۔

وہ روزانہ لدا پھندا سا گھر آتا تھا۔

یوں دنوں میں ہی اچھا بھلا قرضہ چڑھ گیا۔

اسما کی بلا سے۔ وہ اپنی بہنوں کے لیے چاہے کانیں خرید کر لے آتا۔ یہ فرید کی دردسری تھی۔ اس نے کبھی پرواہ نہیں کی تھی۔

بہنوں کا پانچ دن کا پروگرام اگلے دس دن پہ محیط ہو چکا تھا۔ یوں وہی ہوا' جس کا پہلے سے اندازہ تھا۔ فرید کی جیب ایک دم خالی ہو چکی تھی۔ قرضہ الگ چڑھ گیا۔ اور کچن کے کیبنٹ کے ساتھ فریج بھی خالی ہوتا چلا گیا تھا۔ بچے تھے بلا کے ندیدے اور چٹورے ۔۔۔ انہوں نے گھر سر پہ اٹھالیا تھا۔

اسما بھانت بھانت کا شور سنتی اور کان دبالیتی تھی۔

اس لمحے اسے اپنا وقت بھول جاتا تھا۔ جب ماموں کے گھر آنے سے پہلے وہ کس قدر بے تاب ہوا کرتی تھی اور ماموں ان کے آنے سے پہلے پورا کچن نعمتوں سے بھر دیتے تھے۔ ممی بھی دل کھول کر خرچا کرتی تھیں۔ اکثر کبھی کاروبار میں مندی کا سامنا ہوتا تب ممی اپنی خفیہ تجوری کھول کر نند اور اس کے بچوں کا دل سے استقبال کرتی تھیں۔ کبھی جو انہوں نے تیور بگاڑے ہوں۔ جب وہ لوگ تین تین ماہ یہاں گزار کر اپنے گھر جاتے تب بھی ممی بے انتہا تحائف ساتھ بھیجا کرتی تھیں۔

اسما کو اچانک وہ وقت یاد آیا تو تھوڑی سی پشیمانی ہوئی تھی۔ اس نے کبھی بھی اپنی نندوں کا اس انداز میں استقبال نہیں کیا تھا۔ وہ ان سے ایک عرصہ تک اکھڑی اکھڑی رہی تھی۔ ممی' ماموں' فرید اور اس کی بہنوں سے۔

یوں لگتا تھا' اسے رشتوں کے نام پر بلیک میل کیا گیا ہے۔ اس کی اماں کو ورغلا کر انہیں مجبور کر کے اسما کی گردن میں ان چاہا طوق ڈال دیا ہے۔ وہ کتنا ہی عرصہ اپنے ماموں کے پورے خاندان سے خود ساختہ ناراض رہی تھی۔

حالات کو دیکھ کر بہنوں نے جلدی کوچ کا پروگرام بنا لیا تھا۔ جاتے سمے ممی کا بہت دل تھا۔ بیٹیوں کے لیے نہ سہی تو اسے نواسیوں کو کچھ دے دلا کر بھیجیں۔

فرید سے کہنا تو بے کار ہی تھا۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ بغیر کہے ہی لے آتا۔ اسما نے جان کر آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ حالانکہ یہی نندیں کبھی خالی ہاتھ نہیں آتی تھیں۔ اسما کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لاتیں۔ جسے وہ اپنا حق جان کر وصول کر لیتی تھی۔

حالانکہ محبتیں صرف وصول ہی نہیں کی جاتیں' جواباً" لوٹانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کہ یہی محبت کا اصول ہے۔ لیکن اتنے پڑھے لکھے لوگوں کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

اور اسما تو کسی اور ہی کیٹگری سے تھی۔ ہر ایک سے خفا' ناراض' خود ساختہ بدگمانیوں میں مبتلا۔ یہ دو بچے جو اس پہ اچانک مسلط ہو گئے تھے۔ یہ بھی تو ان ہی نندوں کی کرامات تھی۔ جو اس وقت ان دونوں کی سب سے بڑی ہمدرد بن کر آن وارد ہوئی تھیں۔

جس صبح انہوں نے جانا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے شام کی بات تھی۔ فرید اپنی دکان پہ تھا۔ یوں موقع غنیمت جان کر ان سب بہنوں نے اسے گھیر لیا۔

اتنے دنوں سے وہ اسما کی لگی بندھی روٹین دیکھ رہی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھیں اور جو اس کا بچوں کے ساتھ رویہ تھا۔ ان سب چیزوں نے ان کی آنکھوں کے سامنے کئی سوالیہ نشان کھڑے کردیے تھے۔

"دیکھو اسما! تین ساڑھے تین مہینے ہو چکے ہیں۔ بچوں کا خوف، جھجک اور سہم کم نہیں ہوا۔ وہ اس گھر میں اجنبیوں کی طرح رہ رہے ہیں اور اس اپنائیت کی ہم فرید سے تو توقع نہیں رکھتے۔ وہ شاید اتنی جلدی انہیں قبول نہ کرے۔ لیکن تمہیں تو احساس ہونا چاہیے۔ تم اتنا تو کر سکتی ہو فرید کو اس کی غلطی کا احساس دلاؤ۔ وہ ان بے قصور بچوں کو اپنی نفرت کی بھینٹ کیوں چڑھا رہا ہے؟ یہ تو حالات کے ستائے ہوئے بچے ہیں۔ کتنی اذیت سے گزر کر یہاں آئے ہیں۔ کہاں ہے ان کا معصوم بچپن؟ اور خدا کو گواہ بنا کر کہو۔ کیا یہ تمہاری ترسی ہوئی ممتا کو آسرا نہیں دے سکتے۔ انہیں پا کر تمہارے وجود کی تکمیل نہیں ہو سکتی، کیا یہ قدرت کی طرف سے تمہارے لیے تحفہ نہیں؟ تمہارے ادھورے وجود کی تکمیل نہیں؟ تمہاری زندگی کے خلا کو بھر نہیں سکتے۔ یہ خود دروازے پہ چل کر آئے؟ کیا تم لوگ انہیں سینے سے نہیں لگا سکتے؟ یہ جو در در بھٹکتے رہے ہیں۔ جو باپ کے ہوتے ہوئے بھی۔ یتیموں سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تم نے اور فرید نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ ہمارے باپ کی نسل کا خاتمہ قریب ہے؟ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو فرید کا نام ہی ختم ہو جاتا۔ اس عظیم "نعمت" کا شکر ادا کرنے کے بجائے منکر ہو بیٹھے ہو۔"

زائرہ اور عائلہ نے جو مدلل بیان جاری کیا تو اسما کا دل اور سر تک جھک گیا۔ اسے اندازہ تو تھا ہی۔۔۔ وہ فرید کو تو نہیں البتہ اسے کٹہرے میں ضرور کھڑا کریں گی۔ ہمیشہ ایسے ہی تو ہوتا تھا۔ فرید پہ ان کا زور نہیں چلتا تھا اور اسما کو چاروں طرف سے گھیر کر بے بس کر لیتی تھیں۔

"میں جتنا کر سکتی ہوں۔ اتنا کروں گی۔ جب ان کی نانی انتہائی خستہ حالت میں انہیں چھوڑ گئی تھی یہاں۔ جب مامی نے فیصلہ میرے اختیار میں دے دیا کہ میں چاہوں تو انہیں اس گھر میں اپنی چھت تلے رکھ لوں اور چاہوں تو کسی بھی طرح دھتکار دوں۔ میں نے تب بھی بڑے ظرف کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان بچوں کو در در بھٹکنے سے بچا لیا۔ گو کہ ہمارے اس اقدام پہ ان کو دنیا میں لانے کا موجب بننے والا کئی ہفتوں تک ہر شے سے ناراض، خفا اور بے نیاز ہو گیا تھا۔"

اسما نے دل میں اٹھتے طوفان کو دباتے ہوئے بمشکل بڑے رسان کا مظاہرہ کیا تھا۔ یوں کہ اس کی چاروں نندیں نہال ہو گئی تھیں۔

"میری جان! تمہاری وسیع القلبی نے ہی تو یہ دن دکھایا ہے۔ ورنہ تو ہم فرید کے بچوں کے لیے عمر بھر ترستے۔ کیا ہمارا دل نہیں کرتا تھا ہمارے باپ کے اس آنگن میں بچے کھیلتے۔" زائرہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو پونچھتے ہوئے کہا تھا۔

"تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ اللہ کی طرف سے ہی ایسا ہوا۔ ورنہ کس عورت کا دل نہیں کرتا کہ وہ ماں نہ بنے۔" اسما کی آواز میں کانچ سے چٹخنے لگے تھے۔ عائلہ نے اس کے کندھے پہ اپنا ہاتھ نرمی سے رکھا۔

"تمہارا دل نہ دکھے، اس خیال سے ہم نے آج تک اپنی خواہش دل میں ہی دبائے رکھی تھی۔ اب قدرت نے ہماری خواہش کو پورا کر دیا ہے۔ فرید کے بچے ہیں۔ چاہے اس قابل نفرین عورت سے ہی سہی... لیکن ہم نے تو فرید کے بچوں کو ہی دیکھنا ہے۔ وہ جیسی بھی ذات تھی۔ اپنا نیچ پن دکھا گئی۔ یہ تو اللہ کا انعام ہے۔ جو ان کی نانی کو رحم اور عقل آگئی اور ان بچوں کو ہمارے سپرد کر دیا۔"

سائرہ نے بھی نہایت رقیق لہجے میں آنسو پونچھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس کے اندر حتی المقدور خوف خدا اور ممتا کے جذبات جگانا چاہتی تھی۔

"اسما! دیکھو، اللہ نے تمہیں اس طرح سے ہے۔ تمہاری گود بھی بھر گئی، گھر بھی بھر گیا۔ تو بھلا وہ جو بھی ہوا۔ تمہارا اس سے واسطہ بھی نہیں پڑا۔" زائرہ نے اس کے ہاتھوں کو نرمی سے تھپتھپایا۔ وہ جیسے لمحہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھر کے لیے جھنجھلا گئی تھی۔
"لیکن فرید اس کو کیسے سمجھاؤں۔ وہ ابھی تک کچھ نہیں بھولا۔ ابھی تک گیارہ سال پہلے کی شام میں اٹکا ہوا ہے۔" اس کے اندر تلخی سی تلخی بھر گئی تھی۔
"تم کس لیے ہو اسما! تم نے اسے اپنی طرف مائل کیوں نہیں کیا؟ تم میں کیا کمی تھی؟ وہ چمارن تو تمہارے حسن کا چوتھائی حصہ بھی نہیں تھی۔" عائلہ کا انداز اسے جھنجھوڑنے والا تھا۔ اسما کا اندر تک آنسو سے بھر گیا تھا۔
"آپ کو نہیں پتا' یہ میں ہوں جو عائلی زندگی کی گاڑی اپنے حسن عمل سے گھسیٹ رہی ہوں۔ ورنہ فرید جتنی کوشش کرتا ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ وہ فرید کی زندگی سے نکل کر بھی اس کی زندگی میں موجود ہے۔" اسما کا رواں رواں سلگ اٹھا تھا۔
"یہ تم غلط کہہ رہی ہو اسما!" کب سے خاموش بیٹھی زنیرا بھی بول پڑی۔
"فرید تم سے مخلص ہے اور تم سے کتنا لگاؤ رکھتا ہے یہ کچھ بھی ڈھکا چھپا نہیں۔ تم نے خود کیا عمل روا رکھا؟ یہ تم سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ شادی کے پہلے چار سال تم فرید سے کس انداز میں پیش آتی تھیں۔ کیا ہم نہیں جانتے؟ پھوپھو نے تمہاری شادی زبردستی فرید سے کی۔ تم ایک مدت تک پھوپھو سے بھی ناراض رہی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ ہم سب سے بھی۔ یہ بات کون نہیں جانتا؟ تم نے خود اپنی اور فرید کی شادی کے تیسرے دن ہی اس بات کا اعلان کیا تھا۔
پھر جب چار سال بعد ڈاکٹر نے تمہیں بتایا کہ تم ماں نہیں بن سکتیں۔ تب تمہارا رویہ فرید سے قدرے بہتر ہوا تھا۔ تب تم نے احسان جانا تھا فرید کا۔ جس نے ایک دن بھی تمہیں نہیں جتایا۔ نہ اولاد کی خواہش کا اظہار کر کے عام مردوں کی طرح تار چر کیا۔"
زنیرا سے چپ رہنا محال ہو گیا تھا۔ وہ عائلہ کے اشاروں پہ بھی نہیں رکی تھی۔ بولی تو پھر بولتی ہی چلی گئی تھی۔ اسے آئینہ دکھانا خوب آتا تھا۔ بات اتنی سچ تھی کہ اسما سے جواب ہی نہیں بن پڑا تھا۔ وہ بہت دیر تک چپ رہی۔
"جو چیز میرے اختیار میں نہیں۔ اس پر کیا زور لگاؤں۔" اس نے سالوں پرانی بات پھر سے دہرائی۔
"تو پھر ان مظلوم بچوں کو انسانیت کے ناتے ہی سنبھال لو۔ وہ اتنے مفلوک الحال ہیں۔ جیسے کسی فقیر کے گھر میں رہتے ہوں۔ نہ اچھی خوراک ہے' نہ لباس اور نہ ہی تعلیم کی طرف دھیان۔ پچھلے تین مہینوں سے تم لوگوں نے سوچا ہی نہیں۔ وہ کس اسکول میں جائیں گے۔ ان کی کتابیں' ان کے کپڑے' ان کا معیار زندگی۔ وہ تو ایسے بچے ہیں جو اجڈ' دیہاتی اور کسی جاہلانہ ماحول سے اٹھ کر آئے ہیں۔ انہیں تو قدم قدم پہ رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اور کچھ نہیں تو ترس کھا کر ہی۔" زائرہ کی آواز بھرا گئی تو وہ خاموش ہو گئی تھیں۔
بمشکل ان لوگوں کی تسلی دینے کے بعد وہ ان سب کے درمیان سے اٹھ کر باورچی خانے آ گئی تھی۔
"اف' اتنی ہمدرد ہیں تو بھائی کی اولاد کو اپنے ساتھ گھر لے جائیں۔ انسانیت کے ناتے ہی سہی میں نوکر ہوں ان کی۔ سب کی چاکری کروں اور وہ بدچلن یہ عذاب میرے سر پہ مسلط کر کے خود مرکھپ گئی۔" وہ رات تک کھولتی ہوئی بڑبڑاتی رہی۔
"میں ہی ان کا خیال رکھوں' احساس کروں۔ تعلیم کا سلسلہ شروع کرواؤں۔ اور ان کا باپ؟ وہ کس مرض کی دوا ہے؟ جو ان پہ ایک نگاہ نہیں ڈالتا۔ پھوپھیوں کا پیار امڈا پڑ رہا ہے اور باپ انہیں اپنی اولاد ہی تسلیم نہیں کرتا۔" اس کا مارے جھلاہٹ کے برا حال تھا۔
"اس شام روپ کے بچوں کو؟ وہ جو سارے جگ کی خاک سروں میں ڈال کر چلی گئی۔ بدچلن' بدکردار' ہونہہ۔" اسما نے حقارت سے سر جھٹکا تھا۔
"آجائے فرید تو بات کرتی ہوں۔ مجھ سے کوئی توقع مت رکھیں۔ میں کسی کی اولاد کو پال پوس کے جوان کرنے کا میڈل نہیں لے سکتی۔ نہ مجھے کوئی شوق ہے۔ نہ ارمان ہے' اگر بچوں کی پھوپھیاں اتنی ہمدردی رکھتی ہیں تو دونوں کو ساتھ لے جائیں۔ میری

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بالا سے "اگر ایسا نہیں کر سکتیں یہ سب تو۔ تو پھر ایک آپشن تو ہے ہی۔ کسی دارالاطفال میں چھوڑ آئیں یہ۔"

اس نے انتہائی سفاکی کے ساتھ سوچا اور مطمئن ہو گئی تھی۔

✽ ✽ ✽

اگلی صبح ساری بہنیں اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ جاتے سے اسما کو ڈھیروں محبت بھری نصیحتیں کرنے کے بعد اپنے تئیں بڑی مطمئن گئی تھیں۔

ان کے جاتے ہی اسما نے آزادی بھرا سانس لیا تھا۔

اب وہ اتنے لوگوں کی سوال کرتی نظروں سے تو بچ گئی تھی۔

مہمانوں کے جاتے ہی زندگی بھی معمول پہ آگئی تھی۔ اسما کے سر سے جیسے بوجھ اتر گیا تھا۔

لیکن اس دفعہ یوں ہوا تھا کہ ماں بیٹیوں اور نواسے نواسیوں کے چلے جانے سے ڈسٹرب نہیں ہوئی تھیں۔ اس مرتبہ وہ تنہائی اور اکیلے پن کی اذیت سے بچ گئیں۔

یہ تو اسما کو ایک ہفتے بعد ہی پتا چل گیا تھا۔ ان دونوں کے گھر سے نکلتے ہی عنبد اور فضہ اسٹور روم سے ماں کے پکارنے پہ باہر آجاتے تھے۔ پھر ان دونوں کے آنے سے پہلے تک لاؤنج میں ہی رہتے۔ بعد میں اسٹور روم میں چلے جاتے اور رات کا کھانا بھی وہیں اسما پہنچادیتی تھی۔

اس کی حتی المقدور کوشش ہوتی تھی دونوں بچے فرید کے سامنے نہ ہی آئیں۔ جانے اس معاملے میں وہ اتنی خود غرض کیسے ہوگئی تھی؟

ایسے ہی کچھ دن دبے پاؤں گزر گئے۔ اسما کی دوبارہ فرید سے بچوں کے موضوع پہ گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ فرید بچوں کے معاملے پہ بات کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

اسما ایک لحاظ سے مطمئن تھی۔

دن پر دن گزر رہے تھے۔ انہی دنوں میں تحصیل بھر کے اسکولوں کی ہنگامی میٹنگ دوبارہ بلائی گئی تھی۔ ایسی میٹنگز تو معمول کا حصہ تھیں۔

وہ دن بڑا ہی مصروف گزرا۔ بھانت بھانت کی ٹیچرز سے مغز ماری کے بعد وہ مغرب سے کچھ پہلے فارغ ہوئی اور اپنا پرس لے کر دفتر سے نکل آئی۔ کوریڈور سے گزری تو کلرک کے کیبن میں وہ تین ٹیچرز محو گفتگو تھیں۔ اسما سر جھٹک کے گزر ہی جاتی مگر اچانک ہی اپنا نام سن کر رک گئی تھی۔

وہ تین چار گوسپ کی شوقین خواتین تھیں جو اسما کی تعلیم، وقار، لباس اور بے مثال شخصیت کو ڈسکس کر رہی تھیں۔ اپنی تعریف پہ اسما کی گردن تھوڑی سی تن گئی تھی۔

"میڈم بہت خوب صورت ہیں۔"

"ڈریسنگ بھی کمال کی کرتی ہیں۔" کسی اور نے بھی رشک بھرے لہجے میں کہا۔ اسما کے اردگرد ایک احساس تفاخر بکھر گیا تھا۔

"اور خوش قسمت ایسی کے کیا بتاؤں؟ بہت شان دار ہزبینڈ ہے اس کا۔" پہلی والی نے تھوڑے حاسدانہ لب و لہجے کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سسرال بھی کمال کی ہے۔ حسن و خوب صورتی اپنی جگہ۔ مگر ہری بھری بیل بھی پھولوں سے سجی اچھی لگتی ہے۔ ایسی چینی کی مورت کا کیا فائدہ! جسے شوپیس کی طرح گھر میں سجایا جائے۔ ارے 'عورت تو بال بچوں کے ساتھ سندر لگتی ہے۔ ہری بھری اور خوب صورت۔ اس چمک دمک کا کیا فائدہ؟"

اس کے اگلے الفاظ نے اسما کو سر تاپا منجمد کر دیا تھا۔ اسما کا سارا تفاخر جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اتنے سفاک الفاظ تو آج تک اس کی ساس، نندوں نے بھی نہیں کہے تھے۔ انہوں نے تو کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا، مبادا اسما کا دل... نہ دکھے اور آج ان اجنبی عورتوں نے کیسے اسما کے وجود کو تار تار کر دیا تھا۔ کیسے اس کی ذات کو بے مول کر دیا تھا۔ کیسے اس کے بخیے ادھیڑ دیے تھے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

"چاہے جتنی بھی بن سنور لے' رہے گی تو بانجھ عورت نا۔ شاخیں پھولوں سے سجتی ہیں۔ بڑا حوصلہ ہے اس کے شوہر اور سسرالیوں کا۔ کیسی ہمت سے برداشت کیا ہوا ہے۔ آج کل تو لوگ پتا چلتے ہی دوسری شادی کر دیتے ہیں۔"

یہ اس کی کولیگ تھی شائستہ۔ اور اس وقت تمام تر شائستگی کو بھلا کر اسما کے وجود کی دھجیاں بکھیر رہی تھیں۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ جسم بری طرح سے کپکپانے لگا۔ وہ سیڑھیوں کی ریلنگ نہ تھامتی تو یقیناً" چکرا کر گر پڑتی۔

اور آج اسما کو پتا چل رہا تھا کہ بلندی سے گرنا کیا ہوتا ہے۔ پستی کی طرف آنا کیا ہوتا ہے؟ ذلت سہنا کیا ہوتا ہے؟ اپنے ہی وجود کے پرخچے اڑتے دیکھنا کیا ہوتا ہے؟

وہ عورتیں اب اس پہ ترس کھا رہی تھیں۔

"آہ۔ بے چاری اسما۔"

"چچ' چچ۔ بے چاری اے 'ای 'او۔ اتنی اچھی پوسٹ پہ تھی۔ سینکڑوں لوگوں پہ حکم چلاتی اسما کتنی ادھوری اور کھوکھلی ہے۔" پورے دفتر کی ایک ایک اینٹ جیسے اس پہ ترس کھا رہی تھی۔ ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اور اس کا خوبرو شوہر' اسے کیا کمی ہے عورتوں کی۔ بے چارا کب تک بے اولاد رہے گا۔ تم نے ڈپٹی صاحب کا قصہ نہیں سنا۔ دس سالہ ازدواجی زندگی اور محبوب بیوی کو طلاق دے کر دوسری لے آئے۔ آخر کب تک کھوکھلی عورت کے ساتھ نباہ کرتے۔ بال بچوں کی کسے خواہش نہیں ہوتی؟"

"لکھوا لو مجھ سے 'اور ایک آدھ سال میں ہم بھی سنیں گے۔ اے 'ای 'او صاحبہ کے شوہر نے دوسری شادی رچا کر انہیں فارغ کر دیا۔ آخر وہ بھی انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔" اسی کرخت آواز والی سپروائزر نے اپنے تجربے کی روشنی میں بے لاگ تبصرہ کیا تھا۔ باقی دونوں بھی اس سے متفق نظر آئی تھیں۔

ہر طرف سے ایک ہی صدا آرہی تھی۔

"بانجھ عورت۔"

"بانجھ عورت۔"

اسما تیز قدموں سے چلتی ہوئی گلی عبور کرتی سڑک پہ آئی۔ لیکن یہ کانوں کے پردے چیرتی آواز ابھی تک اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

اسما نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے۔ وہ گم صم سی چلتی جا رہی تھی۔ اپنے دھیان گیان میں' کسی بھی طرف دیکھے بنا۔ کسی طرف توجہ کیے بغیر۔

اور اسے خبر ہی نہیں تھی۔ وہ فرید کی دکان سے کتنا آگے نکل چکی تھی۔ اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا۔ کوئی اسے آوازیں دیتا' پکارتا پیچھے آرہا ہے۔

شاید فرید' ہاں وہ فرید ہی تھا۔ جس نے اسما کو آگے جا کر بمشکل بازو سے پکڑ کے زبردستی روکا تھا۔ اور اسما ایسی حواس باختہ سی رکی جیسے کسی نے اسے پتھرا دیا ہو۔

فرید اس کا چہرہ اور انداز ۔۔۔ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ اور جو اسے اس طرح سڑک پہ بھاگتے دیکھ کر فرید کو غصہ آرہا تھا۔ اب اس غصے کی جگہ تفکر نے لے لی تھی۔

"اسما کیا ہوا ہے! اس طرح کیوں بھاگ رہی تھیں؟ تم ٹھیک تو ہو؟" فرید نے اسے شدت سے روتے دیکھ کر جھنجوڑ دیا۔ لیکن اسما سن کہاں رہی تھی' وہ دیکھ کہاں رہی تھی۔ وہ بری طرح بھپک بھپک کر رو رہی تھی۔ اور فرید مزید پریشان ہو رہا تھا۔

"اسما! ہوا کیا ہے؟ بتاتی کیوں نہیں ہو کچھ؟ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟" فرید نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا تھا۔ اسما نے غائب دماغی سے روتے ہوئے سر ہلایا۔

"شاید ہاں۔" وہ ابھی تک کانپ رہی تھی۔ فرید نے اسے بمشکل بائیک پہ بٹھایا تھا۔ پھر وہ گھر جانے کے بجائے اسے ڈاکٹر کے کلینک لے آیا تھا۔ وہ بے انتہا ذہنی اور اعصابی دباؤ کا شکار تھی۔

گھنٹے بعد ان دونوں کی واپسی ہوئی تو اسما کی طبیعت قدرے سنبھل چکی تھی۔ لیکن وہ بے انتہا خاموش تھی۔ گھر آکر بھی اس کی خاموشی نہیں ٹوٹی تھی۔ سامی کو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہول اٹھ رہے تھے۔ باربار فرید سے پوچھتی تھیں۔
"اسما کو کیا ہوا؟ کیا حالت بنالی؟ صبح تو اچھی بھلی گئی تھی۔"

فرید نے جانے ان کی کیسے تسلی کرائی تھی۔ لیکن وہ مطمئن نہیں لگ رہی تھیں۔

"ارے کیسی گلابوں سی تھی۔ گیندے کا پھول بن کر آگئی۔ کیا ہو گیا اسے؟ تم نے تو کچھ نہیں کہہ دیا فرید۔" وہ متفکر سی باربار فرید سے پوچھتیں۔

"میں نے کیا کہنا تھا امی! جانے کس بات کی ٹینشن سوار کی ہے اس نے سر پر.... صبح تو ٹھیک ہی تھی۔" فرید خود بھی متفکر سا تھا۔ اسے بھی اسما کے ڈپریشن کی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"اں۔ ہاں' نہیں ایسا تو نہیں' ان بچوں کی وجہ سے اس نے ٹینشن لے لی ہو؟" امی کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی ضرور تھی کہ فرید تک بھی آواز پہنچ گئی۔ وہ بچوں کے نام پہ چونک گیا تھا۔

"بچوں کی کیسی ٹینشن؟ کیا ان لوگوں نے کچھ کہا ہے۔" اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔ لوگوں سے مراد شاید یہ بچے ہی تھے۔

"نہیں' نہیں ان بچوں نے کیا کہنا ہے۔ وہ معصوم تو بولتے ہی نہیں۔" انہوں نے بمشکل بات بنائی تھی۔

"تو پھر؟" وہ تیکھے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"پھر تم خود پوچھو نا آخر شوہر ہو۔ وہ تمہیں تو بتادے گی۔" انہوں نے اپنی گلوخلاصی کروائی تھی۔ فرید کچھ دیر سوچتا رہا تھا۔ پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس لمحے فرید نے کونے میں چپ چاپ کھڑے ان بچوں پہ اک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی تھی۔ اگر لحظہ بھر کے لیے رک کر دیکھ لیتا' ان آنکھوں کی حسرتوں تو عمر بھر کے لیے آگے نہ بڑھ سکتا۔

☼ ☼ ☼

آج موسم بہت اچھا تھا۔

بڑے دنوں بعد دھوپ نکلی تھی۔ سنہری دھوپ پورے صحن میں پھیلی ہوئی تھی۔ امی ناشتے کے بعد صحن میں بچھی چارپائی پہ بیٹھی تھیں۔

وہ دونوں بھی دبے قدموں سے اسٹور روم کے حصار سے نکل کر امی کے پاس پچھلے صحن میں چلے گئے تھے۔ امی نے چہرے سے دوپٹہ ہٹا کر دیکھا اور پاس پڑی لڈو عنید کی طرف بڑھادی تھی۔

عنید اور فضہ نے کچھ جھجکتے ہوئے لڈو پکڑلی تھی۔ اب وہ دونوں کھیل میں مصروف ہو چکے تھے۔ امی انہیں محویت سے دیکھتی رہیں۔ ان کی آنکھوں میں دونوں کے لیے نرمی اور محبت بھری ہوئی تھی۔

اسما نے تھکی تھکی نگاہوں سے باہر کے منظر کو دیکھا تھا اور کھڑکی کے دونوں پٹ بند کردیے۔ اسی لمحے فرید بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں دوائیوں والا لفافہ تھا۔ وہ نسخہ صبح ساتھ ہی لے گیا تھا۔ اب دکان سے اٹھ کر محض دوائیاں دینے گھر آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دو لفافے اور بھی تھے۔ جنہیں اس نے میز پہ رکھ دیا تھا۔

"یہ فروٹس ہیں۔ انہیں دھو کر فریج میں رکھنے کے لیے نہیں لایا۔ کبھی کھانے کی زحمت بھی گوارا کر لیا کرو۔" اس کے لہجے میں بہت نرمی تھی۔ اسما نے زخمی سی نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی۔

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟ میرے اندر کی کمی دور ہو جائے گی؟" اس کے لہجے میں کچھ تو تھا جس نے فرید کو ٹھٹکا دیا تھا۔ وہ جاتے جاتے پلٹ آیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔ پھر جیسے اس نے اسما کی بات سمجھ لی تھی۔ وہ گہرا سانس کھینچتا اس کے قریب آگیا۔

وہ بکھری بکھری سی پلنگ پہ بیٹھی تھی۔ بال کمر پہ منتشر تھے۔ اس کا لباس بھی سلوٹ زدہ تھا۔ وہ ایسی بالکل نہیں تھی۔ وہ تو بڑی تیار رہا کرتی تھی۔ کچھ بھی ہو جاتا۔ کپڑوں کے معاملے میں کبھی کمپرومائز نہیں کرتی تھی۔ بن سنور کے رہتی۔

پھر اب کیا ہوا تھا۔

فرید اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"اسما! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیوں اتنی ڈسٹرب ہو؟" اس نے ملائمت سے پوچھا تھا۔ اسما کی آنکھیں ڈبڈبا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

گئی تھیں۔

"فرید! ایسا کیوں ہوا؟ میرے اندر ہی خالی پن کیوں آیا؟ میری زندگی میں اتنی بڑی کمی کیوں لکھ دی گئی؟" وہ اپنے ڈپریشن کی حقیقت بتا رہی تھی۔ اس پہ اکثر ڈپریشن کے دورے پڑنے لگے تھے۔ فرید نے ہمیشہ کی طرح اسے تسلی دینی چاہی۔

"جس چیز پہ ہمارا اختیار ہی نہیں۔ اس پہ خود ترسی کا شکار ہو کر دو رنج کیوں ہونا؟ جب خدا کی یہی رضا ہے تو تم کیوں نہیں حقیقت کو تسلیم کرتیں؟ مجھے اپنی زندگی میں کبھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔" وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

"تمہیں تو میری کمی بھی کبھی محسوس نہ ہوئی۔ تم کسی کی کمی محسوس نہیں کرتے۔ تم مان جاؤ فرید! تم "بے حس" ہو چکے ہو' اب سے نہیں' گیارہ سالوں سے۔ جب سے وہ عورت تمہاری زندگی سے گئی ہے۔" اسما کے اندر پکنے والا لاوا اچانک پھٹ پڑا تھا۔

فرید لمحہ بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسما اسے گیارہ سال پہلے کا کوئی طعنہ دے گی۔

"اس کا یہاں کیا ذکر؟" اس نے بمشکل اپنے غصے کو باہر نکلنے سے روکا تھا۔

"اب بھی اس کا ذکر نہیں ہو گا۔ وہ اپنی اولادیں تو اپنی صورت میں تمہارے منہ پہ مار گئی ہے۔ کیا ابھی تک وہ اپنے نام سمیت ڈسکس نہیں ہو گی؟" وہ جیسے پھاڑ کھانے کو دوڑی تھی۔ فرید کا چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آگ سی پلٹنے لگی تھی۔

"اگر ایسی بات ہے تو ان اولادوں کو کسی یتیم خانے بھجوا دیتا ہوں۔ اگر ان کے آنے سے تم ڈپریسڈ ہوتی ہو یا وہ عورت موضوع گفتگو بن کر میری زندگی میں ایک مرتبہ پھر آگ لگانا چاہتی ہے تو پھر یوں ہی سہی۔ یہ تمہیں کل کے بعد نظر نہیں آئیں گے۔ میں ابھی مال لینے جا رہا ہوں۔ کل شام تک لوٹوں گا۔ تب تک انہیں برداشت کر لو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا' پھر ان کے چلے جانے کے بعد وہ عورت' اس کا نام کبھی تمہارے لبوں پہ نہیں آئے گا۔ کیونکہ میں نے اس عورت سے محبت تو بہت دور نفرت کا تعلق بھی نہیں رکھا۔ سنا تم نے۔۔۔ میری اور تمہاری زندگی میں کسی تیسرے کی کوئی گنجائش نہیں' نہ آج' نہ کل' نہ کبھی۔ اور تم آئندہ کبھی اس بات پر صف ماتم کو بچھا کر نہیں بیٹھو گی۔ مجھے بچہ نہیں چاہیے۔ میری زندگی کسی بھی بچے کے بغیر بڑی مطمئن ہے۔" فرید بولا تو پھر بولتا چلا گیا تھا۔ اسما ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

٭ ٭ ٭

شام کو پورے گھر میں عجیب سی ویرانی اتر آئی تھی۔ فرید "مال" لینے چلا گیا تھا۔ ماسی سہ پہر سے گم صم تھیں۔ بچے اپنی کچھار میں دبکے بیٹھے تھے۔ اسما کو تو بعد میں ماسی کی بیزاری اور غصے کا پتا چلا تھا۔ وہ اتنی اکھڑی اکھڑی کیوں تھیں۔

فرید جانے سے پہلے انہیں بتا گیا تھا۔ وہ عبید اور فضہ کو کسی دارالاطفال بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ماسی نے سنا تو دل تھام لیا۔ فرید کے سامنے بولنے کی جرات نہیں تھی۔ بعد میں کتنی ہی دیر وہ اپنا غصہ نکالتی رہیں۔

"ایسا سنگ دل اور ظالم باپ نہیں دیکھا۔ کیسے پھول سے بچوں کو دھکے دے کر گھر سے نکال رہا ہے۔ ظالم ان معصوموں کا بھلا کیا قصور؟ اتنی سی جگہ نہیں تمہارے دل میں فرید! اور اسما ہاں یہ اسما کی پڑھائی پٹی ہو گی۔ ان بن ماں کے بچوں ساتھ بیر لگا رکھا ہے۔ اتنی نفرت! اتنی تنگ دلی۔ تب ہی اللہ نے اس کی گود بھی تنگ کر دی۔" وہ شام تک ہاتھ ملتی رہی تھیں اور بڑبڑاتی تھیں۔

اسما کے اپنے دل کو کسی بھی طرح سے چین نہیں تھا۔

کیا وہ واقعی ان بچوں کے اس گھر میں ہونے کی وجہ سے پریشان تھی؟

کیا وہ واقعی اپنے بانجھ پن کی وجہ سے غمگین تھی؟ آخر کیوں؟ کیا اس بات پہ کہ وہ فرید کی سیکنڈ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چوائس بھی نہیں تھی۔ اس کی دوسری بیوی کیوں تھی؟ پہلی کیوں نہیں تھی؟ کیا صرف اسی بات پہ کہ فرید نے شام روپ کے بعد اپنے دل کے سارے دروازے بند کرلیے تھے؟ اسما کے لیے بھی نہیں کھول سکا۔

وہ شام روپ کے بعد اسما کے لیے بھی اپنے دل کا قلعہ نہ کھول سکا... وہ اس کے دل کی دیواروں سے سر ٹکراتی رہ گئی تھی۔ کیا اس بات پہ شہر دل کی گلیوں میں ویرانی سی ویرانی تھی؟

شاید ہاں...

اور وہ اپنے دل کے جواب پہ تھک کر نڈھال ہو چکی تھی۔

جیسے سارے جواب مل چکے تھے۔ جیسے سارے جواز مل چکے تھے۔

ساری حقیقت کھل چکی تھی۔ ساری حقیقت عیاں ہو چکی تھی۔ اب کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس کا بالکل بھی مسز انجم کے بھائی کا ولیمہ اٹینڈ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

لیکن اچانک کنول کی کال آگئی۔ وہ بھی اس شادی میں مدعو تھی۔ اور چاہتی تھی کہ اسما بھی شادی میں شرکت کرے۔ یوں بادل نخواستہ اسما کو بھی شادی میں جانے کے لیے تیار ہونا پڑا۔

ماسی کو بتا کر اس نے پہلے شاور لیا پھر پیچ کلر کا انتہائی نفیس سوٹ زیب تن کرلیا۔ بالوں میں برش کرنے کے بعد اس نے کلپ لگایا تو اچانک لائٹ چلی گئی۔ ابھی ہلکا پھلکا میک اپ بھی کرنا تھا۔ وہ جھلاتے ہوئے میک اپ کا سامان اٹھا کر باہر تخت پہ آبیٹھی تھی۔ پھر سوچا آئینہ تو لائی نہیں۔ جب وہ تمام چیزیں اٹھا کر باہر آئی تو تب تک ماسی بھی برآمدے میں آچکی تھیں اور ان کے ساتھ عنیزہ اور فضہ بھی تھے۔

وہ دونوں ماسی کے پیچھے تقریباً" چھپے ہوئے تھے۔ اسما نے جان بوجھ کر انہیں نظر انداز کیا اور اپنا کام کرنے لگی۔ وہ اپنی نوک پلک سنوار رہی تھی جب اسے یوں محسوس ہوا کوئی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے بے ارادہ ہی گردن موڑی تو ماسی کے پیچھے سے جھانکتی دو شائق سی آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

فضہ کی آنکھوں میں شوق اور اشتیاق کا ایک جہاں آباد تھا۔ اور گہری جھیل سی آنکھوں میں ستاروں سی چمک تھی۔

اسما کے دل کو اس محویت پہ کچھ ہونے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اسما کا لہجہ تھوڑا سا سخت اور اجنبی سا تھا۔ فضہ اور گھبرا گئی تھی۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کک... کچھ نہیں۔" اس کے ہاتھ ہولے ہولے لرز رہے تھے۔

"تو پھر؟ ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ اتنی چھپھاڑ لگا ہوں سے؟" اس نے سابقہ بیزار طبیعت کے باعث نخوت سے پوچھا تھا۔ فضہ کے چہرے پہ خوف کی زردی چھا گئی تھی۔

"نن... نہیں، نہیں۔" فضہ نے گھٹی گھٹی آواز میں بمشکل کہا تھا۔

"ہونہہ..." اس نے رخ موڑ کر لپ اسٹک ہونٹوں پر لگائی۔

پھر اس نے آنکھوں میں کاجل لگایا تو سنگھار مکمل ہو گیا۔ مخروطی نازک انگلیوں میں انگوٹھیاں پہلے سے سجی تھیں اور گوری کلائی میں بریسلیٹ دمک رہا تھا۔ اسے اپنا آپ بہت ہی جگمگاتا سا لگا۔

آئینے میں ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر اس نے دوپٹہ سیٹ کیا اور ماسی کے آنے کا انتظار کرنے لگی تھی۔ معا" ہلکی ہلکی سسکیوں نے اسے چونکا دیا تھا۔ وہ جو اپنے دھیان میں مگن تھی۔ اچانک چونک اٹھی۔ ایک دم اپنے پیچھے دیکھا تو فضہ کو کھڑے پایا۔

"کیا مصیبت ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے پتھر تو نہیں مار دیا؟ حد ہے کس مصیبت میں پھنس گئی۔" وہ جھلا کر چیخی۔ فضہ کی زرد رنگت کچھ اور زرد پڑ گئی تھی۔ اس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر گھڑی دیکھی۔ کنول آنے ہی والی تھی اور وہ اس مصیبت سے پیچھا چھڑانا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چاہتی تھی۔

اس نے بیزار سی نگاہ فضہ کے کملائے چہرے پہ ڈالی تھی اور پیروں میں سینڈل پہن کر کھڑی ہو گئی۔ پھر جیسے ہی اس نے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ اچانک اس کا دوپٹہ کہیں اٹک گیا۔ وہ مڑی تو کیا دیکھا۔ اس کے دوپٹے کا کونا فضہ کے ہاتھ میں تھا۔ اسما کو بے طرح ہی غصہ آگیا۔ اس کا مہین سا قیمتی دوپٹہ اس کھنچاؤ سے اگر پھٹ جاتا؟

اسما نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔۔۔ فضہ کے منہ پہ تھپڑ دے مارا تھا۔

"نجانے کہاں سے جانور اٹھ کے آگئے ہیں میرے سر پہ سوار ہونے کے لیے۔" اس نے انتہائی کرختی سے چیختی آواز میں فضہ کو جھڑکا۔

اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا۔

اسما نے بے زاری سے اپنا پلو اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور اچانک باہر سے آتی گاڑی کی آواز پہ چونکنا ہو گئی۔ یقیناً "کنول اسے لینے کے لیے آچکی تھی۔

اس نے خوں خوار نظروں سے فضہ کو دیکھا اور چیخی۔

"اب اندر دفع ہو جاؤ۔ میری مہمان پہنچ گئی ہے۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کنول فضہ یا عنید کو دیکھ کر کوئی سوال اٹھائے۔

فضہ گال پہ ہاتھ رکھے ابھی تک جیسے "شاک" میں مبتلا تھی۔

اسما نے اس پہ لعنت بھیج کر قدم باہر کی طرف بڑھائے پھر جیسے ہی وہ باہر کی طرف لپکنے لگی' ایک مرتبہ پھر فضہ کے ننھے سے ہاتھ نے اسما کا دوپٹہ تھام لیا۔ اب کی دفعہ اس کا ہاتھ نہیں اٹھ سکا تھا کیونکہ فضہ کے اگلے الفاظ نے اسما کو بت بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔

"امی! آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے آپ کو دیکھتی رہوں۔۔۔ آپ بہت اچھی ہیں امی۔"

کمزور سی بھیگی آواز نے اسما کو ساکت کر دیا۔ اسما کا اپنی جگہ سے ہلنا محال ہو چکا تھا۔ اور لفظ "امی" تو اس پہ قیامت بن کے ٹوٹا تھا۔

"امی؟" وہ جیسے کسی کھائی میں اوندھی گری بڑبڑائی تھی۔

"یہ تم نے کیا کہا؟ کس نے تمہیں یہ سکھایا؟" اس کے لہجے سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"دا۔۔۔ دادی امی نے۔۔۔" فضہ نے کپکپاتے لہجے میں بتایا۔ وہ خوفزدہ تھی اور اسما سر سے پیر تک جھنجھنا گئی۔ تو رشتوں میں اتنی ترقی ہو چکی تھی۔

پھوپھو' دادی امی؟ امی اور اس سے آگے' اسما کو لگا وہ کھڑے کھڑے پورے قد سے ڈھے جائے گی۔ وہ بچے آہستہ آہستہ اپنی حیثیت منوانے کے قریب تھے۔ رشتوں کو لڑی میں پروتے جا رہے تھے۔

مامی سے اسے یہ توقع ہرگز نہیں تھی۔ وہ مامی سے سخت کبیدہ خاطر ہوئی۔ تب ہی کنول اندر آگئی تھی۔

وہ کنول پہ کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ نہ فرید کے ماضی کی اس بڑی نادانی کو ان بچوں کی شکل میں دکھانا چاہتی تھی۔ اسے اپنا "وقار" اور "بھرم" بڑا عزیز تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کنول کا خیر مقدم کیا۔

کنول اپنی باغ بہار شخصیت کی بدولت لمحوں میں مامی سے بے تکلف ہو گئی۔ اسما سے زبردستی چائے بنوا کر لی۔ حالانکہ اسما برابر اسے اٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ کیونکہ انہیں ولیمہ میں بھی پہنچنا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ فضہ عنید کنول کی نگاہوں میں نہ ہی آئیں۔

اور ابھی وہ ان کے لیے مناسب الفاظ سوچ ہی رہی تھی جب مامی نے بڑے فخر کے ساتھ دونوں بچوں کا تعارف کروایا۔ کنول نے ایسے تعارف سمجھ کر سر ہلایا جیسے ان دونوں کو برسوں سے جانتی ہو۔ اس نے کمال محبت سے دونوں کو پیار کیا پھر اسما کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بچے نہیں جائیں گے ساتھ؟"

"ان کا بھلا کیا کام ہے وہاں؟" وہ جز بز سی ہو کر رہ گئی تھی۔

"حد ہے یار' بچے تو انجوائے کرتے ہیں۔" کنول

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے خفگی سے کہا۔ پھر وہ مامی سے بولی۔

"یہ تو ایسی ہی ہے۔۔۔ شروع سے بچوں کی کمپنی سے الرجک۔ میں نے سوچا بدل چکی ہوگی۔ جب اپنے بچے ہوں گے۔ لیکن یہ تو اپنے بچوں کے ساتھ بھی ویسی کی ویسی ہے۔۔۔ دیکھیں خود تو تشکارے مار رہی ہے اور بچوں کی حالت؟ یہ تمہارے بچے ہیں اسما! یقین نہیں آتا۔ اتنی ویل ڈریس اے ای او کے اپنے بچے۔۔۔ اتنے بدحال؟" بچوں کا حلیہ دیکھ کر جو کنول نے بے لاگ تبصرہ کیا۔ شروع سے ہی کنول اتنی منہ پھٹ تھی۔ وہ اسما کی کلاس لے رہی تھی۔ ان بچوں کو اس کے حقیقی بچے سمجھ کر۔

"چلو' پھر تیار ہو جاؤ۔۔۔ آج تمہاری خالہ تمہیں انجوائے کرواتی ہے۔" وہ کنول ہی کیا جو کسی کی سن لیتی۔ بشتم پشتم اس نے بچوں کو تیار کروایا۔ مامی بھی پرجوش تھیں۔ جانے کہاں سے نئے تکور کپڑے نکال لائیں۔ یقیناً" بچوں کی پھپھیاں لائی تھیں جنہیں اس سے چھپا کر رکھا گیا تھا۔ جو بھی تھا فی الوقت اس کی عزت رہ گئی تھی۔ ورنہ کنول بھلا کیا سوچتی؟ بچوں کے پاس پہننے کے لیے ایک بھی ڈھنگ کا کپڑا نہیں تھا۔

یوں کنول کی زبردستی اور اصرار کی وجہ سے عنید اور فضہ بھی مسز انجم کے بھائی کا ولیمہ اٹینڈ کرنے جا رہے تھے۔

کنول ہی سارے راستے بچوں کے ساتھ چہکتی رہی۔ باتیں کرتی رہی۔ ہنستی رہی اور ساتھ ساتھ بے لاگ تبصرہ بھی جاری تھا۔

"تمہارے بچے بہت کم گو ہیں اسما! کس پہ چلے گئے' بولتے ہی نہیں۔ دس باتیں پوچھو تو آدھی کا جواب دیتے ہیں۔" اللہ اللہ کر کے ہوٹل پہنچے تو کنول کا بھی بچوں سے دھیان ہٹ گیا۔ اسما نے اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن یہ اطمینان تب رخصت ہوا جب کھانا شروع ہوا۔

کھانا لگتے ہی بچے بوفے ٹیبل کی طرف یوں بھاگے کہ اسما مارے خفت کے سر ہی نہ اٹھا سکی۔ اور نہ ہی اپنی کولیگز اور ماتحت خواتین سے نظر ملا سکی۔ جو منہ پہ انگلیاں رکھے ہکا بکا سی تبصرے کرنے میں مشغول ہو چکی تھیں۔ کہیں تو دبی دبی ہنسی شروع تھی اور کہیں بے لاگ تبصرے۔

گھر میں دبک کر بیٹھے رہنے والے بچے شادی کا کھانا دیکھ کر ایسی پھرتی دکھائیں گے' یہ اسما نے سوچا ہی نہیں تھا۔ یہ تو کنول تھی جو انہیں کھانا کھلانے کا کام بڑے حوصلے کے ساتھ کروا رہی۔ ورنہ اسما کا تو بس نہیں چل رہا تھا۔ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ جاتی۔ اتنی شرمندگی اور خفت اس نے عمر بھر نہیں اٹھائی تھی۔

اسما اٹھی تو کنول بھی دونوں بچوں کو اٹھا کر باہر لے آئی۔ اسما کا موڈ سخت آف تھا اور کنول شدید حیران۔۔۔ اپنی حیرانی کو اس نے چھپانے کی قطعاً" کوشش نہیں کی تھی۔

"اسما! لگتا ہے تم بس جاب کی ہو چکی بچوں پہ کوئی توجہ نہیں' یار! ایسی نوکری کا کیا فائدہ! تمہارے بچے تمہاری پہلی ترجیح ہونے چاہئیں۔" وہ بولتی رہی اور اسما سنتی رہی۔ وہ اس کی غلط فہمی دور نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن ایک کہانی تو بن سکتی تھی۔ ایسی کہانی جس میں جھول ہوتا بھی تو تسلیم کرنے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا۔

یہ بچے پیدائش کے فوراً" بعد فرید کی پھوپھو نے گود لے لیے تھے۔۔۔ کچھ پرابلمز ایسی تھیں۔ میں بیمار تھی اور ماموں انتقال کر گئے' یوں بچوں کی ذمہ داری فرید کی پھوپھو نے اٹھائی۔ جو میری بڑی خالہ تھیں۔ بس ان کے دیہی ماحول میں بچوں کی ٹھیک سے تربیت نہیں ہو سکی تھی۔"

اسما نے کہانی گھڑ کر سنا دی تھی۔ اور کنول نے ایسے یقین کر لیا جیسے اس سے بڑا کوئی سچ نہ ہو۔ تاہم اس نے اتنا ضرور کہا۔

"تمہارے بچے ہیں اسما! اب تو تمہارے پاس ہیں۔ تمہارا فرض ہے ان کو تمیز' تہذیب' سلیقہ سکھاؤ۔"

اس نے بڑی نرمی اور ہمدردی سے سمجھایا تو اسما نے کوئی بحث نہیں کی۔ بلکہ اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ لیکن

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے اندر ایک لاوا سا پک رہا تھا۔

کنول انہیں ڈراپ کرنے کے بعد اسے بچوں سمیت اپنے گھر آنے کی پرزور دعوت دے کر رخصت ہوئی تو اسما کو بھی دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

اس نے پرس پٹخا' جوتے اتارے اور جیولری نوچتے ہوئے مامی کے سر پہ کھڑے ہو کر چلانے لگی۔

"ان ندیدوں کو ساتھ بھجوا کر ٹھنڈ پڑ گئی آپ کو؟ میری اتنی انسلٹ کروائی آپ نے۔ ان جانوروں کو ذرا سی تمیز نہیں۔" وہ پوری روداد سناتی ہوئی چلا رہی تھی۔ مامی پہلے تو ہکا بکا رہ گئیں۔ پھر بات سمجھ میں آئی تو گہرا سانس بھر کے رہ گئیں۔ سہمے سہمے بچے تخت کے قریب دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ وہ حق دق خوب صورت سی امی کو چنگھاڑتے دیکھ رہے تھے۔

"کیا پہلی مرتبہ اچھا کھانا نصیب ہوا تھا؟ مجھے اتنا ذلیل کروایا۔" وہ چلاتی رہی۔

اور مامی چپ چاپ سنتی رہیں۔ جب اس کا غصہ اتر گیا اور دل کی ساری بھڑاس نکل گئی تب مامی نے بڑے رسان کے ساتھ لب کشائی کی تھی۔

"تو بیٹا! ان جانوروں کو انسان کس نے بنانا ہے؟ وہ کس ماحول سے اٹھ کر آئے ہیں؟ کیسے حالات کا شکار تھے' کیا تم نہیں جانتیں؟ دو وقت کی روٹی کے ٹکڑوں کو ترستے یہ دونوں بچے کہاں سے تربیت یافتہ ہو سکتے تھے؟"

مامی کے جواب نے لمحہ بھر کے لیے اسما کو چپ کروا دیا تھا۔ اندر ہی اندر اسے پشیمانی بھی ہوئی تھی۔ لیکن فطری رقابت کے زیر اثر اس کے دل میں ان کے لیے ذرا سی بھی گنجائش نہیں تھی۔

"سب میرے فرائض ہیں؟ فرید کی کوئی ذمہ داری نہیں۔" وہ جیسے تڑخ کر بولی تھی۔

"فرید تو ان کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔ ذمہ داری اٹھانا تو دور کی بات ہے۔ اگر تم فرید کو سمجھاؤ اسے احساس دلاؤ تو وہ تمہاری بات ضرور سنے گا۔ کیونکہ وہ تمہاری بات کبھی نہیں ٹالتا۔" مامی نے لجاجت سے کہا۔ بس ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی تھی۔ لیکن اسما ان کی جذباتیت سے قطعاً "متاثر نہیں ہوئی تھی۔

"مجھ سے کوئی امید مت رکھیں مامی! میں انہیں اس گھر میں برداشت کر رہی ہوں۔ اسی کو غنیمت جانیں۔" اس نے انتہائی کرختی سے جتایا اور تن فن کرتی اندر چلی گئی تھی۔ جبکہ مامی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی تھیں۔ پھر انہیں اچانک ہی عنید اور فضہ کا خیال آیا۔ وہ دونوں ابھی تک دیوار کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ انہوں نے بے ساختہ بانہیں پھیلا کر دونوں کو اپنے قریب آنے کا اشارہ دیا تھا۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے ان کی کھلی بانہوں میں سما گئے۔ مامی نے دونوں کی باری باری پیشانی چومی تو فضہ نے سسکتے ہوئے کہا۔

"امی کو کس بات پر غصہ آیا ہے دادی امی!" اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ مامی کے دل کو کچھ ہوا۔

"بس ایسے ہی بیٹا۔ تم دل پہ نہ لو۔" انہوں نے فضہ کو ٹالنا چاہا۔ لیکن وہ خاصی سمجھ دار اور حساس بچی تھی۔

"امی کو اس لیے غصہ آیا۔ ہم دونوں نے شادی میں بدتمیزی کی۔" فضہ کی آواز میں ندامت تھی۔ تب پہلی مرتبہ عنید نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"پر دادی امی! ہمیں پتا نہیں تھا۔ نانی تو کہتی تھی۔ جب بھی شادی میں جاؤ۔ کسی کی پروا کیے بغیر اپنی پلیٹ بھر لو۔ ورنہ کھانا ختم ہو جائے تو ملتا نہیں۔" عنید کا سر جھکا ہوا تھا۔ مامی نے دونوں کو بانہوں میں بھینچ لیا۔

"دادی صدقے جائے۔ اب ایسا نہیں کرنا میری جان! چاہے کھانا ختم بھی ہو جائے۔ اپنا گھر جو ہے۔ گھر سے آ کر کھا لینا تھا۔ ہمیشہ ایسی تقریبات میں تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ لوگ تعریف کریں کیسے سمجھ دار اور اچھے بچے ہیں۔" مامی کے سمجھانے پر دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب امی کا غصہ کیسے اترے گا دادی امی!" دونوں کا تفکر کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ مامی نے ان دونوں کو پچکارا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اتر جائے گا صبح تک۔ تم پریشان نہ ہو۔ اور دیکھو' جب تمہارا باپ گھر آئے تو اندر مت گھس جایا کرو۔ باپ کو سلام کیا کرو۔ اس کے سامنے آیا کرو۔ سن رہے ہو نا میری بات۔" مامی نے دونوں سے باری باری پوچھا تو دونوں نے ذرا سہم کر اثبات میں سر ہلایا۔ پھر کچھ دیر بعد عنید سن کی اتری صورت دیکھتے ہوئے بولا۔

"پر دادی امی! ہمیں ابو سے ڈر لگتا ہے۔" اس نے اپنے گھبرانے کی اصل وجہ بتادی تھی۔ مامی گہرا سانس بھر کے رہ گئی تھیں۔

"باپ ہے تمہارا۔ ڈر کاہے کا میرے بچو۔"

فضہ اور عنید ٹکر ٹکر مامی کی صورت دیکھنے لگے۔ پھر فضہ نے خاصے مدبرانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"دادی امی! ابو ہم سے ناراض کیوں ہیں؟"

اتنی سی بچی کے منہ سے اتنا بڑا سوال سن کر مامی لمحہ بھر کے لیے تو چپ ہی رہ گئی تھیں۔ پھر انہوں نے بڑی مشکل سے سنبھل کر کہا۔

"نہیں میرے بچو! وہ تم دونوں سے ذرا بھی ناراض نہیں۔" ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان دونوں کو کس طرح سے بہلائیں۔ انہیں فرید پہ بڑا ہی غصہ آیا تھا۔

"تو پھر وہ ہم سے پیار کیوں نہیں کرتے؟" فضہ نے آزردگی سے ہونٹ کاٹے تو مامی کے دل پہ آرے چل گئے تھے۔

"کرتا ہے پیار کیوں نہیں کرتا میری جان... بس اس کی طبیعت ہی ایسی ہے۔" انہوں نے بات بنائی تھی لیکن عنید کے اگلے سوال نے انہیں لمحہ بھر کے لیے منجمد کر دیا تھا۔

"اور امی کی طبیعت بھی ایسی ہے؟ وہ بھی ہم سے پیار نہیں کرتیں۔" دونوں کے چہروں پہ کیسی حسرت تھی۔ مامی کا دل چاہا تھا فرید کو گریبان سے پکڑ کر کٹہرے میں لا کھڑا کریں۔ آخر ان دونوں کو کس بات کی سزا دے رہا تھا اور اسما ان کا دل بہت ہی کھٹا ہوا۔

"ایسا کچھ نہیں تم دونوں محسوس نہ کیا کرو۔ وہ بہت پیار کرنے والی ہے۔ آج کل ذرا مزاج برہم ہے۔"

مامی نے ٹھنڈی سانس بھر کے تسلی دی دونوں ہی اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گئے تھے۔ یہ تو دادی تھیں جن سے اتنی طویل گفتگو۔ آسانی کر لیا کرتے تھے ورنہ اسما اور فرید کو دیکھ کر تو ان دونوں کی سٹی گم ہو جاتی تھی۔

اور اس وقت وہ فرید سے دو ٹوک بات کرنے کا ارادہ باندھ کر بچوں کو ان کے کمرے میں چھوڑنے کے لیے اٹھ گئی تھیں اور اپنے کمرے میں کھڑی اسما کھڑکی کا پٹ بند کر کے بیڈ پہ ڈھے گئی۔

اس نے دادی اور دادی کے پوتے پوتی کے سارے مکالمے سن لیے تھے۔

☆ ☆ ☆

اگلی صبح سے صورت حال کچھ تبدیل تھی۔ جانے مامی کے سمجھانے کا اثر تھا یا کیا۔ وہ دونوں ناشتے کے وقت اپنے کمرے سے خود بخود باہر نکل آئے تھے۔

اسما اپنے ہی دھیان میں مگن ناشتہ بنا رہی تھی جب ان دونوں کی کھسر پھسر پہ لمحہ بھر کے لیے بھونچکی رہ گئی۔

عنید اور فضہ نے کمال بے تکلفی سے چوکیاں گھسیٹیں اور اسما کے قریب ہی بیٹھ گئے۔

اسما نے نگاہیں موڑ کر ناشتے کی طرف دھیان لگا لیا تھا۔

"امی...؟" فضہ نے ہلکی آواز میں پکارا تو اسما کے ہاتھ سے پیڑا گرتے گرتے بچا تھا۔ حالانکہ یہ طرز تخاطب اب نیا تو نہیں تھا۔ پھر بھی اسما کو بہت ہی اجنبی لگا تھا۔

"امی! آپ ناراض ہیں ابھی تک' ہمیں معاف کر دیں امی!" اب کے دونوں نے ایک ساتھ کورس میں التجا کی تھی اور کانوں کو ہاتھ بھی لگا لیا لگ رہا تھا مامی نے خوب پریکٹس کروا کے بھیجا تھا۔ اسما کے اندر دور تلک تلخی بھر گئی تھی۔ وہ خاموش رہی' وہ کچھ دیر منتظر نظروں سے اسے دیکھتے رہے تھے۔ پھر دھیمی آواز میں بولے۔

"امی! آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" دونوں کی آواز بھرا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گئی تھی۔ یقیناً" اس کی بے رخی اور تلخ رویے کی وجہ سے۔

"آئندہ تو ایسا تب ہوگا۔ جب میں تمہیں کہیں لے کر جاؤں گی۔" اس نے دل ہی دل میں جلبلا کر کہا۔ پھر دونوں کے سامنے ناشتہ رکھ کر خود فرید کا ناشتہ ٹرے میں سجا کے اندر چلی گئی تھی۔

ماں کی ایک کوشش تو ناکام بنا ہی دی تھی۔ فرید کو بچوں کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے کمرے میں ہی ناشتہ دے کر جب وہ اندر آئی تو فرید باہر نکلنے کے لیے تیار تھا۔ اسے ٹرے اٹھائے دیکھ کر حیران ہوا۔

"میں آتو رہا تھا۔ تم نے کیوں تکلیف کی؟" اس کے ہاتھ سے ٹرے لیتے ہوئے وہ نرمی سے بولا تھا۔ رات وہ بہت دیر سے مال لے کر آیا تھا۔ یہ مال بھی اس نے ادھار پہ خریدا تھا۔ رات وہ آتے ساتھ ہی سو گیا تھا اور اس وقت دکان پہ جانے کے لیے تیار تھا۔ اسما کو گھریلو حلیے میں دیکھ کر کچھ حیران ہوا۔

"تم نے دفتر نہیں جانا؟"

"نہیں۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"کیوں؟ طبیعت تو ٹھیک ہے۔" وہ متفکر سا ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ ویسے ہی چھٹی کا ارادہ ہے۔" اسما نے آہستگی سے کہا تھا۔ فرید چپ چاپ ناشتہ کرنے لگا۔

اسما صرف چائے پی رہی تھی اور ساتھ فرید کا چہرہ کھوج رہی تھی۔ وہاں پہ کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ سادگی اور خاموشی کے سوا۔ اور جو دو دن پہلے اس نے دعوا کیا تھا۔ ان بچوں سے گلو خلاصی کا۔ شاید اس کے ذہن سے نکل گیا تھا۔ اس کے اندر اور بھی تلخی بھر گئی تھی۔

وہ اس کی محویت پہ اچانک چونک گیا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو اسما!" فرید نے اس کی محویت پہ ٹوکا تو وہ گڑبڑا سی گئی تھی۔

"اچھا لگ رہا ہوں نا؟" وہ جانے کیا سمجھ کر مسکرایا تھا اور اس کی مسکراہٹ اتنی پیاری تھی کہ اسما لمحہ بھر کے لیے کھو سی گئی تھی۔ وہ کہاں مسکراتا تھا۔ عید کے عید بھی نہیں اور اس وقت مسکرا رہا تھا۔ اسما کو نرمی سے دیکھتا ہوا۔ اسما کا دل جیسے بھر آیا۔ اس کی نگاہوں میں اترا لمس بڑا اچھوتا اور منفرد سا تھا یا شاید اسما کو ہی لگا تھا۔

"ہاں... بہت۔" اسما نے لمحہ بھر کے لیے سوچا تھا اور پوری سچائی سے اظہار کر دیا۔ فرید کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی۔

"کیا؟ اے اللہ یہ خواب تو نہیں تم میری تعریف کر رہی ہو اسما!" فرید کو جیسے یقین ہی نہیں آیا۔

"اتنے حیران کیوں ہو جو قابل تعریف ہوتا ہے اسی کی تعریف کی جاتی ہے۔" وہ مسکرا دی تھی۔

"اور تم ہمیشہ سے بہت اچھے لگتے ہو خوب صورت اور باوقار۔" اس کے اگلے الفاظ پہ فرید نے چائے کا کپ واپس ٹرے میں رکھ دیا تھا۔ پھر اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا۔ پھر بڑے غور سے اسما کو دیکھنے لگا۔ اس کی محویت نے اسے تھوڑا جھنجلایا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو اسما!" اس نے باقاعدہ اسما کی کلائی تھام کر ٹٹولی تھی۔

"یہ میرے سوئے نصیب کیوں جاگ رہے ہیں۔"

فرید کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا۔ حیرانگی' تحیر' بے چینی' تڑپ' حسرت؟ اسما کی بے رخی پہ اٹھنے والا شکستہ سا تاثر؟

وہ تو جانتی ہی نہیں تھی۔ اس کا کترایا رویہ' بیزاری اور رنجش ابھی تک فرید کے دل کو چبھن دیتی تھی۔ وہ بیزاری جو فرید سے شادی کے وقت اسما کے وجود پہ چھائی تھی۔ جو چار سال تک چھائی ہی رہی۔ جس کا اثر تب بھی ختم نہ ہوا جب اسما نے اپنے بانجھ پن کی خبر سنی تھی۔ وہ تقدیر سے' حالات سے اپنی ماں سے اور حتی کہ پوری دنیا سے ناراض اور شکوہ کناں ہی رہی۔

"کیوں تمہیں کیا لگتا ہے... میں ابھی تک اسی موڑ پہ اسی شام پہ کھڑی ہوں۔" فرید کے تاثرات دیکھ کر اسما نے بڑے گہرے لہجے میں گفتگو کو دوسری طرف موڑنا چاہا تھا۔ فرید اسے یک ٹک دیکھتا رہا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

"اس شام پہ جو مجھے بدنام کر گئی کیا تم یہی کہنا چاہتی ہو؟" فرید کی آواز میں ٹوٹے کانچ چبھنے لگے تھے۔ اسما کو اندازہ نہیں تھا۔ وہ اس کے لفظوں کی گہرائی میں اتنی آسانی کے ساتھ اتر جائے گا۔

"تو کیا تم اس شام کو بھول چکے ہو۔" اسما نے بے قراری بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔ فرید نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا اور دھیمی آواز میں بولا۔

"اگر میں کہوں ہاں تو کیا تم یقین کر لو گی؟"

"تم یقین دلا سکتے ہو۔" اسما بھی یہ قیمتی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ ایک پھانس جو چار مہینے پہلے ان دونوں کے درمیان آموجود ہوئی تھی۔ اسے آر یا پار تو کرنا ہی تھا۔

"کیسے یقین دلاؤں؟ جب میں نے اپنے ماضی کا ایک ایک ورق پھاڑ کر دریا برد کر دیا۔ پھر بھی تم اس شام پہ آ کے اٹک جاتی ہو۔ میری زندگی میں کہیں کوئی شام نہیں کسی شام کا روپ نہیں صرف تمہارا سویرا ہے۔ تمہیں یقین آئے یا نہ آئے۔" فرید کی آواز نرم اور بوجھل تھی۔ کمرے کی فضا بھی بوجھل اور کثیف ہو چکی تھی۔ اسما کا دم الجھنے لگا۔

"تو پھر اس شام روپ کے بچوں کی اس گھر میں کیا حیثیت ہے؟ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اسی کا گم شدہ وجود منوانے کے لیے۔" اسما کچھ اور کہنا چاہتی تھی اور منہ سے کچھ اور ہی برآمد ہوا اور جب وہ بات کر چکی تب احساس ہوا تھا کہ تیر کمان سے نکل جانا کیا ہوتا ہے۔

فرید کا رنگ بدل گیا تھا۔

"یہ ہی ایک پھانس ہے نا نکل جائے گی۔ بہت جلد نکل جائے گی۔ ان بچوں کے وجود سے تمہارا گھر پاک ہو جائے گا۔ کیا تمہیں میری بات پہ یقین نہیں؟" فرید کے لہجے میں پتھروں سی سختی محسوس کر کے اسما بھی پتھرا سی گئی تھی۔

اسما کا دل ڈوب کر ابھرا۔

کیا فرید بچوں کو نکالنے والا تھا۔

کیا بچے چلے جائیں گے؟ اسما کے اندر سناٹے ہی سناٹے اتر آئے تھے۔ خاموشی ہی خاموشی بکھر گئی تھی۔ دل پہ سکوت طاری ہو چکا تھا۔

کیا وہ ایسا ہی چاہتی تھی؟ ان بچوں کو اس گھر سے نکلوانا چاہتی تھی۔

تاکہ شام روپ کے بچوں کا فرید پہ سایہ بھی نہ پڑے۔ اسے کیا ڈر تھا کون سا خدشہ تھا کہ ان بچوں کے توسط سے شام روپ ایک مرتبہ پھر ان کے درمیان آ کھڑی نہ ہو۔

اور اگر شام روپ واپس آ جاتی تو اسما کہاں جاتی؟ اس کی حیثیت پھر کیا ہوتی؟ اور فرید شام روپ کو اپنے سامنے دیکھ کر خود پہ چڑھائے سارے بے حسی کے خول اتار کر شام روپ کا پھر سے دیوانہ ہو جاتا۔

بالکل ایسے ہی جیسے سالوں پہلے ایک البیلی سی شام اس ناگن کا اسیر ہوا تھا۔

اسما کے اندر باہر سناٹوں کی بارات اتر آئی تھی۔ پھر اسما اس خوف کی قید سے نکل ہی نہ سکی اور برسوں تک کہ وہ کچھ ہو گیا جو اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔

ناشتہ جوں کا توں رکھا ٹھنڈا ہو گیا۔

فرید نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ چائے تک ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اسما کو احساس ہوا تو اٹھی۔

"میں چائے گرم کر لاتی ہوں۔" اس نے کپ اٹھا کر اٹھنا چاہا تو فرید نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"رہنے دو طلب نہیں اب تم یہیں رہو میرے پاس، تھوڑی دیر کے لیے۔" فرید کے الفاظ نے اسما کو لمحہ بھر کے لیے بھونچکا کر دیا تھا۔ وہ گومگو سی کیفیت میں بیٹھ گئی۔ فرید الجھا ہوا بھی تھا اور پریشان بھی۔ اسما کو ندامت سی ہوئی تھی۔ اس نے فرید کو پریشان کر دیا تھا۔ رات کو ہی تو وہ تھکا ہارا آیا تھا۔ اور صبح اٹھ کر اس نے شام روپ کا قصہ کھول لیا۔

"تم ٹھیک ہو فرید!" اس کی کیفیت پہ اسما نے گھبرا کر پوچھا تھا۔ اسما کا دل گھبرانے لگا۔

"میں ٹھیک ہو سکتا ہوں اسما؟" اس نے پھر کر نہیں بہت تسلی کے ساتھ پوچھا تھا۔ "میں کیسے ٹھیک ہو سکتا ہوں؟ کیا تم ٹھیک رہنے دو گی۔ میں نے کہا تھا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پرانے حوالوں اور پرانے زخموں کو مت ادھیڑنا۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ الناخسارے میں رہو گی۔" وہ بہت آزردہ لگ رہا تھا۔ بہت بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔ اسما کا دل ہولنے لگا۔

"فرید۔۔۔!" اس نے گھبرا کر کچھ کہنا چاہا تو فرید نے اس کا ہاتھ نرمی سے دبا کر کچھ بھی بولنے سے روک دیا تھا۔

"جو تم چاہتی ہو وہی ہوگا۔ لیکن اتنا تو کرو۔۔۔ کم از کم مجھ پہ اعتبار کرو۔" اس کے لہجے میں دکھ بول رہا تھا۔ اسما کا دل بھر آنے لگا۔ آنکھ بھرنے لگی۔

"تم میرے پاس ہو کر بھی پاس نہیں ہو اسما! مجھ سے زیادہ میرے ماضی میں تم جی رہی ہو۔ حالانکہ میرے ماضی کا تم سے کوئی واسطہ بھی نہیں تھا۔ جو کچھ میری زندگی میں ہوا۔ اچھا یا بُرا تمہارے آنے سے پہلے ہوا۔ تمہارے آنے سے پہلے ہر باب بند ہو گیا تھا۔ پھر بھی تم پرانے اوراق کھول کر بیٹھ جاتی ہو۔ آخر کیوں تمہیں مجھ پہ رحم نہیں آتا؟ میں نے کب تم سے محبت کی طلب کی ہے؟ کیا تم مجھ پہ ترس بھی نہیں کھا سکتیں۔" وہ بولا تو سانسوں کے بند توڑ گیا۔ اسما کو یوں لگا' وہ اس کے سامنے سر بھی نہیں اٹھا سکے گی۔

"میں بہت بُرا ہوں اسما! ایک کھوٹی عورت کے پیچھے خود کو خوار کیا۔۔۔ تم نے پھوپھو کے مجبور کرنے پہ میری زندگی میں آنے کا فیصلہ کیا۔ میں کچھ نہیں بھولا اسما تمہاری ایک ایک قربانی یاد ہے مجھے اور تم کیا سمجھتی ہو۔ میں تمہیں شام روپ کے حوالے سے اذیت دوں گا' چاہے مجھے زندگی سے بھاری قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔ میری زندگی میں شام روپ کے نام اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والے ان بچوں کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔ اگر سمجھے کوئی پتھر کہتا ہے تو کہتا رہے۔ کوئی سنگ دل کہتا ہے تو کہتا رہے۔ میں اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہٹوں گا اور ہاں۔۔۔ صرف تم ہو جو میرے ارادوں کو توڑ سکتی ہو۔ تمہارا کہا میں نے آج تک نہیں ٹالا۔ لیکن تم میرا یقین تو کرو۔"

اس کی لہو رنگ آنکھوں کے فرش گیلے ہونے لگے تھے اور اس کے ہاتھ کی گرفت اسما کے ہاتھ پہ ڈھیلی ہو گئی تھی۔ پھر وہ اچانک اٹھا اور باہر نکل گیا۔ شاید اس وقت اسما کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

دن بہت ہی روکھے اور ویران تھے۔ فرید ان دنوں بہت ہی مصروف ہو چکا تھا۔ بس رات کو ہی گھر آتا تھا۔ اسما تو اس سے بات کرنے کو ترس چکی تھی اور مامی بیٹے کی صورت دیکھنے کو۔ کیونکہ جب وہ سو رہی ہوتیں تب وہ گھر سے چلا جاتا تھا اور جب وہ رات کو سو جاتی تھیں تب وہ گھر آتا تھا۔

اس صبح بھی وہ ناشتے کے بغیر گھر سے نکلنے والا تھا جب اچانک ہی مامی نے اسے گھیر لیا۔

"کہاں گم گیا ہے میرا بچہ' نظر نہیں آتا؟ ماں بھی بھول گئی کیا؟" مامی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ خاصا گھبرا گیا تھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں امی! کیا مائیں بھی بھولنے کی چیز ہیں؟" اس کی آنکھوں میں شکوہ سا اترا۔

"آج کا دور ہی ایسا ہے بیٹا! نہ ماں باپ کے قلب میں گرماہٹ رہی ہے اور نہ ہی اولاد کے سینوں میں گرمی۔" ان کا جواب بھی خاصا چبھن دینے والا تھا۔

"آپ کو کچھ کام تھا کیا؟" اس نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"بغیر کام کے تمہیں نہیں بلا سکتی فرید۔۔۔!"

"کیسی باتیں کرتی ہیں امی!" فرید نے تڑپ کر کہا تھا۔

"اب تو ایسی ہی باتیں کروں گی جو تمہیں بری لگیں گی۔" مامی نے اسے گھیر لیا تھا۔

"ایسا کبھی ہوا ہے پہلے؟ آپ کی باتیں بری لگیں مجھے کبھی۔" اس نے خفگی سے کہا تھا۔

"شکوہ نہیں کر رہی میری جان! پر تم اپنی "لاڈلی" کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور اسی کے کانوں سے سنتے ہو۔ اسے کہاں تکلیف میں دیکھ سکتے ہو۔ ماں چاہے تڑپتی رہے۔" انہوں نے بڑے سبھاؤ سے کہا تو وہ ان کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انداز پہ بھونچکا رہ گیا تھا۔

"امی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں میں آپ کو تکلیف میں دیکھ سکتا ہوں؟" فرید کو شدید صدمہ ہوا تھا لوہا گرم دیکھ کر مزید چوٹ کی۔

"دیکھ تو رہے ہو۔" انہوں نے بھرائی آواز میں کہا تھا۔

فرید نے جیسے تھک کر گہرا سانس خارج کیا۔ وہ ان کی گفتگو کا پس منظر سمجھ گیا تھا۔

"ان باتوں کا بھلا کیا فائدہ ہے؟"

"کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ تمہاری نظر میں تو بالکل بھی نہیں۔ بس اتنا بتا دو۔ ان کو کس بات کی سزا دینا چاہتے ہو؟" امی نے کھل کر فرید کو گھیرا تھا۔ وہ احتجاج بھی نہ کر سکا۔

"میں نے کسی کو کیا سزا دینی ہے؟" وہ جز بز سا ہوا تھا۔

"تو کیا کر رہے ہو اتنے مہینوں سے؟ تم اپنے بچوں کے ساتھ نوکروں سے بھی برا سلوک کرتے ہو؟ آخر وہ تمہاری اولاد ہیں۔۔۔ تم کیوں نہیں اپنے دل کو ان کی طرف موڑتے۔"

اب کے امی نے لجاجت کا مظاہرہ کیا تو فرید کے اندر باہر شر بھر گیا۔ پھر وہی موضوع' وہی باتیں وہ بری طرح سلگ اٹھا تھا۔

"کیسے موڑوں آپ ہی بتائیں جب میں ان کی ماں سے سارے تعلق توڑ چکا تھا تو ان بچوں سے تعلق کیوں رکھتا؟ جب وہ بدچلن عورت میری نہیں ہو سکی۔ تو اس کی اولاد کیا میری ہو گی؟ ان پہ اپنا پیار لٹاؤں ان کو اپنا وقت دوں نام دوں' مقام دوں' تاکہ اپنی ماں کی طرح میری محبت اور عزت کا جنازہ نکال کر مجھے پورے زمانے میں رسوا کر کے چلتے بنیں آپ چاہتی ہیں۔۔۔ میں ایک مرتبہ پھر اسی درد اور اسی ذلت سے گزروں؟"

فرید کے لفظوں سے اس کا دکھ جھلک رہا تھا امی جیسے لمحے بھر کے لیے لاجواب ہو گئی تھیں پھر دھیمے لہجے میں بولی تھیں۔

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو؟ ان کے وجود میں تمہارا خون بھی تو دوڑ رہا ہے۔ فرید! تو اس حقیقت کو مان کیوں نہیں لیتا۔ وہ بدبخت ہمیں اتنی "انمول" خوشی دے گئی۔ ورنہ تو تمہاری نسل کا نشان بھی باقی نہ رہتا۔" امی کی آواز بھرا گئی تو لمحہ بھر کے لیے وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ فرید جیسے تھک کر ٹوٹ گیا تھا۔

"بس ایک یہی بات ہے آپ کے پاس۔۔۔ لاکھوں لوگ بے اولاد دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ ان میں ایک میں بھی سہی۔" امی اسے تاسف سے دیکھنے لگیں۔

"یہ ہماری قسمت میں لکھے تھے۔ جو خود چل کر آ گئے۔ ان کی نانی جانے کیسے ہمارے حوالے کر گئی۔ کس عذاب سے گزر کر ہماری امانتیں ہمیں لوٹا گئی۔ میں تو احسان سمجھتی ہوں اس عورت کا۔ فرید! تم کچھ بھی کہہ لو۔۔۔ جتنا مرضی انکار کرو۔۔۔ یہ تمہارے بچے ہی کہلائیں گے۔ تسلیم کرو یا نہ کرو۔" انہوں نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔ فرید جیسے ہار گیا۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں۔۔۔؟"

"بس اتنا کہ اپنے بچوں کو اپنا لو۔۔۔ انہیں اپنی شفقت سے محروم نہ رکھو۔ یہ ماں اور باپ کی محبت کو ترسے ہوئے ہیں۔ ان کے حال پہ رحم کرو میری جان!" امی کا لہجہ التجائیہ ہو گیا تھا۔

"میں اس معاملے میں خود کو بے بس پاتا ہوں۔ آپ میرے ضبط کا امتحان مت لیں۔" فرید نے بے بسی سے کہا تھا۔

"تو اتنا سنگ دل نہیں تھا فرید!" امی جیسے رو پڑی تھیں۔

"مجھے سنگ دل کر دیا گیا ہے۔۔۔ میں اور ذلت برداشت نہیں کر سکتا امی!" اس کا لہجہ چٹانوں کی طرح سخت تھا۔

"اور اس معاملے میں آپ مجھے مجبور نہیں کریں گی۔" وہ ان پہ اپنے ارادے واضح کر رہا تھا۔ امی لمحہ بھر کے لیے بھونچکی رہ گئی تھیں۔

"میرا دل مت دکھاؤ فرید! سنا تم نے' اب میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی۔ بس اتنا رحم کرو کہ ان کے اسکول کا بندوبست کر دو۔ باقی میری ذمہ داری۔ تم

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دونوں ان کی ذمہ داری سے آزاد ہو۔" انہوں نے غصے کے عالم میں کہا اور رُخ بدل کر بیٹھ گئیں۔ یہ ان کی ناراضی کا واضح اظہار تھا۔

"ٹھیک ہے۔" فرید نے آرام سے کہہ دیا تھا۔ یوں کہ ماہی کے ساتھ ساتھ باہر کھڑی اسما بھی ٹھٹک گئی۔ فرید اتنی آسانی سے کیسے مان سکتا تھا؟ دونوں کو ہی یقین نہیں آیا تھا۔

"کسی اچھے اسکول میں بات کرنا۔ میں چاہتی ہوں ان بچوں کو کوئی کمی نہ ہو۔ بہترین ماحول میں تعلیم پاسکیں۔ پھر دیکھنا، کتنی جلدی ان میں تبدیلی آئے گی۔" ماہی بے ساختہ خوش ہو کر بولی تھیں تاہم اسما فرید کے تاثرات دیکھ کر الجھ گئی تھی۔ اس کے تاثرات سخت الجھن میں ڈالنے والے تھے۔

"جہاں جائیں گے، ادھر اسکول تو ہو گا ہی۔" فرید کا انداز پرسوچ سا تھا۔ ماہی بات کرتے کرتے پھر سے رکیں۔

"جہاں جائیں گے؟" ان کے چہرے پر استعجاب تھا۔ ان کا سوال سن کر فرید نے نگاہیں چرا لی تھیں۔

"کیا تم ان معصوم جانوں کو ہاسٹل بھیجو گے؟" وہ شدید اکھڑے تیور لیے پوچھ رہی تھیں۔ فرید سر نہیں اٹھا سکا تھا۔

"ہاسٹل ہی سمجھ لیں۔" اس کا انداز مبہم تھا۔ اتنا مبہم کہ نہ ماہی کی سمجھ میں آیا نہ باہر کھڑی اسما کو۔ آخر فرید نے کیا سوچ رکھا تھا؟ کیا وہی جس کا اس نے ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"میں ان کو دارالاطفال بھیج رہا ہوں۔" فرید نے مدہم آواز میں جیسے دھماکا کیا تھا۔ اسما تو اسما ماہی سے سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا۔ ان سے بات کرنا بھی دوبھر ہو گیا تھا۔

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو فرید!" کتنی دیر بعد انہوں نے کسمجھل کر چیختے ہوئے کہا تھا۔

"اسے میری سنگ دلی نہیں، مجبوری سمجھ لیں۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا تو ماہی نے بے ساختہ چیختے ہوئے اسے روکا تھا۔

"تو سن لو۔۔۔ سن لو فرید! میری زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ تم اور تمہاری مجبوریاں سلامت رہیں، میں ان بچوں کے ساتھ بہت دور چلی جاؤں گی۔ جہاں پہ تمہاری مجبوریوں کا سایہ تک نہ پڑے۔"

ماہی کی اس بھیانک دھمکی نے اسما اور فرید دونوں کو ہی ساکت کر دیا تھا۔ یوں کہ فرید "بے بس" سا اٹھ کر چلا گیا۔ خاموشی کے ساتھ جیسے ہار گیا ہو اور وہ تو ہمیشہ سے ہارتا آیا تھا۔ کبھی اپنوں کے ہاتھوں، کبھی غیروں کے ہاتھوں۔۔۔ کبھی محبت کے ہاتھوں، کبھی نفرت کے ہاتھوں۔۔۔ کبھی زیست کے ہاتھوں، کبھی نصیب کے ہاتھوں۔۔۔

اور اس وقت تو امی نے اسے ایک ایسی بات بھی بتائی تھی جس کے بعد فرید پہلے والا فرید نہیں رہ سکا تھا۔

☆ ☆ ☆

باہر موسم سرد تھا۔۔۔ اور اندر بھی ماحول سرد تھا۔۔۔ بے جان اور برفیلا۔

دو چارپائیوں پہ خیف سے دو وجود دبکے پڑے تھے۔ لحافوں میں چھپے ہوئے۔ دونوں کے چہروں پر سراسیمگی تھی۔ خوف، ڈر تھا، سہم تھا۔

پھر اس تاریک ماحول میں کمزور سی آواز ابھری تھی۔

"فضہ! تم جاگ رہی ہو؟" عنیدہ نے سہمی آواز میں بہن سے پوچھا تھا۔ جواباً وہ جلدی سے لحاف کھینچ کر بولی۔ جیسے بھائی کے بولنے کی ہی منتظر تھی۔

"ہاں۔۔۔!"

"ڈر لگ رہا ہے فضہ!" عنیدہ نے بمشکل ڈر چھپا کر پوچھا تھا۔

"بہت۔" وہ دھیمی آواز میں سسکیاں دبا کر بولی تھی۔

"امی اور ابو ہم سے پیار نہیں کرتے۔" اس کے لب و لہجے میں حسرتوں کی ریت اڑ رہی تھی۔ دونوں کی آنکھوں میں نمی سی بھر گئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تو کیا ہوا ہم سے تو کوئی بھی پیار نہیں کرتا تھا۔ نہ نانی' نہ ماموں' نہ خالہ اور نہ ہی کوئی رشتہ دار یہاں تو اتنے لوگ ہم سے پیار کرتے ہیں۔ دادی امی ساری پھپھیاں پھر کیا جو ابو اور امی پیار نہیں کرتے۔" فضہ نے بڑی بردباری کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"لیکن امی ابو کیوں ہم سے خفا ہیں فضہ!" عنید نے بچوں والی ضد سے مجبور ہو کر پوچھا تھا۔

"ہم تو بدتمیزی بھی نہیں کرتے۔ شور بھی نہیں کرتے' ہنگ بھی نہیں کرتے۔" وہ بولتا جا رہا تھا اور بار بار بھرتی آنکھوں کو پونچھتا بھی جا رہا تھا۔

"دادی امی کہتی ہیں ان کا مزاج ہی ایسا ہے۔" فضہ کا انداز سمجھانے والا تھا۔ عنید نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔ پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ اور اچانک ہی باہر درختوں کی سرسراہٹ ہونے لگی۔ جیسے آندھی کی آواز ہو۔ پھر اچانک ہی۔ کی گرج' چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی۔

فضہ اور عنید اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ باہر طوفان تھا۔ آندھی تھی' غبار تھا' بارش تھی۔ اندر تنہائی تھی' خاموشی تھی' ڈر تھا' خوف تھا۔ اچانک بادل زور سے گرجے تو عنید فضہ کا ہاتھ پکڑ کر چیختا ہوا باہر نکل کر آ گیا تھا۔

پورا لاؤنج اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ اور باہر سے خوفناک آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔ کھڑکیوں کے پٹ مسلسل ہل اور بج رہے تھے۔ بادلوں کی گرج چمک میں شدت آتی جا رہی تھی۔ ان دونوں نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔

معاً" کچن کا دروازہ کھلا اور چائے کا کپ لیے کچھ حیران سا فرید باہر نکلا۔ رونے کی آوازیں بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اندازے سے چلتا ہوا سوئچ بورڈ تک آیا تھا پھر اس نے کئی بٹن دبا کر لاؤنج میں اندھیرے کو مٹایا۔ منظر واضح ہوا تو اسے سہمے سہمے دو بچے ایک دوسرے سے چمٹے دکھائی دے گئے تھے۔ فرید نے گہرا سانس کھینچا اور اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے۔

وہ سامنے ہی موجود تھے۔ روتے ہوئے' ڈرتے ہوئے سہمے سہمے سے پھر جیسے ہی فرید کو دیکھا۔ بھاگتے ہوئے اس کی ٹانگوں سے چمٹ گئے تھے اور یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ فرید سنبھل بھی نہ سکا۔ بلکہ وہ ہکا بکا سا بچوں کو دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس لمحے فرید کے دل کی کیفیات عجیب تر تھیں۔ وہ ان کیفیات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ "ابو ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ ہمیں آپ کے پاس سونا ہے۔"

وہ اپنے وجود کا احساس دلاتے اپنا آپ منواتے ہوئے فرید سے لپٹ کر کھڑے تھے اور فرید خود میں اتنی طاقت نہیں پا رہا تھا کہ ان دونوں کو زبردستی خود سے الگ کر دے۔

وہ انہیں دھتکار نہیں سکا تھا۔ جھٹلا نہیں سکا تھا۔ کیونکہ وہ ان ننھے بچوں کی سسکیوں اور آنسوؤں سے ہار گیا تھا۔ اور وہ فرید صدیق تھا۔ جو ہمیشہ محبتوں اور رشتوں سے ہارتا آیا تھا۔ آج بھی ہار گیا تھا۔

اس نے ان دونوں کو اپنے سینے میں سمو لیا۔ خود میں سمیٹ لیا۔ اپنی شفقت اور محبت کے حصار میں قید کر کے ان کا ڈر اور خوف دور کر دیا۔

فرید انہیں لے کر بیٹھک میں آ گیا۔ ان کے بستر بھی اٹھا لایا اور پھر ان دونوں کو اپنے دائیں بائیں سلاتے ہوئے وہ قطعی طور پر بھول چکا تھا کہ یہ دونوں بچے شام روپ کے بچے تھے۔ جس سے فرید کو انتہائی نفرت تھی۔

اور وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اسے اسما سے کیا وعدہ نبھانا ہے۔ بچوں کو دارالاطفال چھوڑنے کے لیے جانا ہے۔

وہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ بس یاد تھا تو اتنا کہ یہ دونوں خوف کے مارے' بے یقینی کی منجدھار میں پھنسے' رشتوں اور محبتوں کو ترسے بچے اس کے وجود کا حصہ تھے۔ اس کی توجہ' محبت اور شفقت کے حق دار تھے۔ وہ سب کچھ بھول چکا تھا لیکن اس کے پیچھے آتی اسما کچھ بھی نہیں بھولی تھی۔

اسے یاد تھا' فرید کا وعدہ اور دعویٰ۔

اس کے اندر باہر آگ جلنے لگی۔ آگ سلگنے لگی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بچے فرید کے اتنا قریب تھے۔ فرید کے دل میں ان کے لیے جگہ بن گئی تھی۔ اور وہ فرید کے بازوؤں پہ سر رکھ کر سو رہے تھے۔ وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

ایک طوفان باہر تھا۔

ایک طوفان اندر امڈ رہا تھا۔

ایک اور طوفان صبح آنے والا تھا۔

یہ صبح اسما کے لیے انتہائی عجیب تھی۔ وہ ساری رات کھولتی رہی، جلتی رہی، سو بھی نہیں پائی تھی۔ یوں رات کے تیسرے پہر آنکھ لگی تو صبح بمشکل اٹھ سکی۔ پھر اس نے لحاف پیچھے ہٹایا اور جلدی سے فریش ہو کر باہر آگئی تھی۔

لیکن باہر کے منظر نے اسے سر تا پا کھولا دیا تھا۔

لاؤنج میں ایک بھرپور منظر دیکھنے کے لائق تھا۔ تخت پہ ناشتہ چنا ہوا تھا۔ حلوہ، پوری، چنے اور گرما گرم چائے۔ مامی تخت پہ بیٹھی تھیں، دائیں طرف عنید اور فضہ تھے۔ جبکہ پائنتی کی طرف فرید بیٹھا تھا۔ اخبار دیکھتا ہوا۔ تاہم اس کا دھیان اخبار کی طرف نہیں تھا۔ اپنے کمرے کی طرف تھا۔ کیونکہ اسما ابھی تک اٹھی نہیں تھی۔

معاً اسے کچھ احساس ہوا تو اخبار پیچھے ہٹا کر دیکھا...

اس کی نگاہ جیسے ٹھہر گئی تھی۔ اسما اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی۔ چبھتی، سلگتی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی۔ فرید نے بے ساختہ نگاہ چرائی۔ وہ اسما سے آنکھ ملانے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔

مامی نے بھی اسے دیکھ لیا۔ تبھی بڑے بشاش لہجے میں بولی تھیں۔

"اسما! آجاؤ، ناشتہ کرلو۔ فرید باہر سے لے آیا۔ تم سو رہی تھیں۔ میں نے کہا، جگانا نہیں۔"

اسما ان کی بات سننے کے لیے رکی ہی نہیں تھی۔ فوراً پلٹ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کر دیا۔ فرید اور مامی کے ساتھ ساتھ بچے بھی گھبرا کر سہم گئے تھے۔

"امی کو کیا ہوا...؟" انہوں نے گھبرا کر پوچھا تھا۔

فرید نے گردن موڑ کر ان کے فق چہرے دیکھے اور نرمی سے کہا۔

"کچھ نہیں، تم دونوں ناشتہ کرو۔ میں دیکھتا ہوں اسے۔ اور امی! آپ ان کو تیار کروا دیں۔ میں ان کا اسکول میں ایڈمیشن کرواتا ہوں۔"

فرید کے اگلے الفاظ سن کر مامی کو جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔ انہوں نے خوشی خوشی بچوں کو ناشتہ کروایا اور انہیں تیار کرنے کے لیے اٹھ گئیں۔ بچوں کی خوشی کا بھی کوئی انت نہیں تھا۔

فرید چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف آگیا۔ وہ جانتا تھا اندر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے گا۔

وہ اسے کیسے قائل کرتا؟ وہ اسے کیا بتاتا؟ کیا سمجھاتا؟

کہ وہ ہار گیا تھا اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کے قطروں کی شدت سے ہار گیا تھا؟ ان کے زرد چہروں پہ بکھرے خوف سے ہار گیا تھا؟ ان کی آنکھوں میں اتری وحشت کے خوف سے ہار گیا تھا وہ اپنے بچوں کو ہمیشہ کے لیے کھو دینے کے خوف سے ہار گیا تھا۔

وہ اسما کو کس طرح سے قائل کرتا؟

جب وہ اندر آیا تو اسما سامنے پلنگ پہ بیٹھی نظر آئی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ آنکھیں خشک اور سرد تھیں۔ وہ فرید کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

فرید اس کے قریب آیا تو وہ اچانک چیخ پڑی تھی۔

"کیا کہنے کے لیے آئے ہو فرید؟ یہی نا کہ تمہارے بچے ہیں۔ ان کے سامنے بے بس ہو گئے اور بے بس تو تم مامی کے سامنے بھی ہو چکے تھے۔ اسی وقت مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا۔ جس طرح تم شام روپ کے سامنے "زیر" ہوئے تھے اسی طرح اس کے بچوں کو سامنے پا کر زیر ہو چکے ہو۔ تو جاؤ تم آزاد ہو۔ جا کر اپنی شام روپ کو بھی لے آؤ۔ ان بچوں کی ماں کو۔ جس نے اسی مقصد

Downloaded From Paksociety.com
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے تحت ان بچوں کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔" اسما چیختی ہوئی اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔ فرید نے اپنا سر تھام لیا۔

"میری بات تو سنو اسما! تم غصہ کیوں کرتی ہو؟ مجھے بولنے کا موقع تو دو اور پلیز' اس عورت کا ذکر مت کرو۔"

جیسے فرید بے بس سا ہو کر کراہا تھا۔

"اس عورت کا ذکر نہ کروں! جس کے بچوں کو سینے سے لگا چکے ہو۔ کل کو وہ عورت بھی کسی مان کے ساتھ تمہارے سامنے آ کھڑی ہو گی۔ پھر اسے بھی اپنا لینا۔۔۔ جو تمہارے منہ پہ جوتا مار کر چلی گئی تھی۔" اسما غصے کی انتہا پہ شائستگی کا چولا اتار چکی تھی۔

"اس نے تمہیں ذلیل و خوار کیا۔ تمہیں گلی گلی بدنام کر دیا۔ تمہیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا تو اب تم اسی عورت کو اپنا لینا۔۔۔ شرعی لحاظ سے حلالہ تو اس کا ہو چکا۔ بیوی بھی بنا لینا اسے۔ تاکہ بچوں کو ان کی حقیقی ماں مل سکے۔" وہ نفرت اور غصے کی انتہا پہ تھی۔ فرید کی طرف نہ دیکھ رہی تھی۔ نہ اس کی بات سن رہی تھی۔

"اور میں اپنی حیثیت سے تو واقف ہی ہوں۔ آخر ایک بانجھ اور ناکارہ عورت کی تمہاری زندگی میں کتنی گنجائش ہو سکتی ہے؟ میں سمجھ چکی ہوں۔ تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسما تم چلی جاؤ۔ میں شام روپ کو واپس لانا چاہتا ہوں۔"

وہ بدگمانی اور غصے کی انتہا پر کھڑی تھی۔

"اور تم اب بھی شام روپ کے "بھیانک روپ" اور سیاہ سائے جیسے وجود کے اسیر ہو۔ میرے ساتھ نباہ تو تمہاری مجبوری ہے۔ کیا میں نہیں جانتی۔"

رو رہی تھی۔ اور فرید کے دل کا خون کر رہی تھی۔ اور اس وقت اس کا سارا غصہ' سارا تنفر' ساری تپش شام روپ کے گرد گھوم رہی تھی۔ جس کا فرید نام بھی سننا نہیں چاہتا تھا۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

فرید تھک ہار کر اپنا سر تھام کے بیٹھ گیا۔۔۔ اس کی خاموشی نے وہ دن اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور نہ ہی اسما نے ایسا کبھی سوچا یا چاہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور پھر وہ سب ہوتا چلا گیا تھا جو فرید کی بہنیں اور اس کی ماں چاہتی تھیں۔

بچے نہ کسی دارالاطفال گئے اور نہ ہی کسی ہوسٹل۔ بلکہ شہر کے مہنگے ترین اسکول میں ان کا ایڈمیشن ہو گیا۔ ان بچوں کی قسمت کا ستارہ ایسا تھا یا پھر فرید کے ہی نصیب نے کروٹ بدل لی تھی۔ اس نے قرضہ لے کر جو مال ڈالا تھا۔ تو منافع پہ منافع ملتا چلا گیا۔ کاروبار نے ترقی کا رستہ کیا دیکھا۔ دنوں میں ہی گھر میں خوشحالی اتر آئی تھی۔

فرید کی ساری بہنیں ایک ہفتہ رہنے کے لیے چلی آئیں۔ خوش و خرم بچوں کو نعمتوں میں پروان چڑھتا دیکھ کر ان کا سیروں خون بڑھ گیا تھا۔ سب سے بڑھ کر فرید کا رویہ بچوں سے بدل گیا تھا۔ وہ ان کو وقت بھی دیتا تھا۔ پیار بھی کرتا تھا اور بھانجے بھانجیوں کے ساتھ تفریح بھی کرا لاتا۔ انہیں شاپنگ' ہوٹلنگ اور پارکوں میں گھما پھرا لاتا۔

اب انہیں ایسی ہی ایک اور طوفانی رات کا انتظار تھا۔

ایسے ہی بادل گرجتے' درخت اکھڑتے' اولے گرتے اور امی بھی اس طوفانی رات میں بدل جاتیں۔ ابو کی طرح ان سے پیار کرنے لگتیں۔

پھر ایک اور طوفانی رات ان کی زندگیوں میں چلی آئی۔

اس رات وہ دونوں اسی کمرے میں سوئے تھے جو پھپھو نے ان کے لیے سیٹ کرایا تھا۔ نئے بستر' اور کھلونوں سے سجا کمرہ۔۔۔ ایک طرف میز اور کرسیاں کتابیں' بیگ اور کمپیوٹر جس پہ طرح طرح کی گیمز بھی تھے۔

وہ دونوں بہت دل سے اسکول جاتے' واپس آتے' ہوم ورک کرتے' دادی امی سے سیپارہ پڑھتے' کچھ دیر کھیلتے' مزے مزے کے کھانے کھاتے اور کبھی کبھی ابو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے ساتھ گھومنے بھی چلے جاتے۔۔۔ اور ابو تو باقاعدہ اسکول بھی چھوڑتے' لے بھی آتے۔

ہاں' تب سے امی اپنے دفتر رکشہ پہ جانے لگی تھیں بعد میں انہوں نے وین لگوالی۔ ابو اور دادی امی کے ہزار اصرار' منتوں اور ضد کے باوجود بھی۔ جانے امی ان کی بات کیوں نہیں مانتی تھیں؟ اور انہیں کس بات پہ غصہ تھا۔ وہ فضہ اور عنید سے نہیں بولتی تھی۔ بلکہ کسی سے بھی کلام نہیں کرتی تھیں۔

اس دن ڈھیر سارا سمنٹ برستا رہا۔ آندھی اور طوفان آیا۔ درخت ہلتے رہے۔ پتے گرتے رہے اولے پڑتے رہے۔ باہر غضب کی ہوا بپھرتی رہی۔ اور اندر ۔۔۔۔ ایک قیامت اٹھتی رہی۔۔۔ ایک قیامت سلگتی اور ایک قیامت بھڑکتی رہی۔

☼ ☼ ☼

اور وہ اس کے قریب ہی تو بیٹھا تھا۔ اور کمرے میں واقعی بہت اندھیرا تھا۔ پھر بھی اسما نے اسے پہچان لیا۔۔۔ اور پہچانتی کیوں نا۔ اس کی خوشبو تو اسما کی نس نس میں سمائی ہوئی تھی۔

وہ فرید ہی تھا۔

ہمیشہ کی طرح چپ اور خاموش۔

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ یوں چہرے کے تاثرات تو نظر نہیں آتے تھے۔ اسما نے اٹھ کر دیکھنا چاہا تھا مگر اٹھ نہ سکی۔ بولنا چاہا تو بول نہ سکی۔ کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکی۔

لیکن فرید کہہ کیا رہا تھا؟

اس نے کان لگا کر سنا اور پتھرا گئی تھی۔

"میں شام روپ کو لانا چاہتا ہوں۔۔۔ میں اسے گھر لے آؤں گا۔ وہ میرے بچوں کی ماں ہے اسما! تم اپنے دل کو کچھ وسیع کرلو۔۔۔ اپنے ظرف کو وسیع کرلو۔" فرید بول رہا تھا۔ اور اسما پتھر ہو رہی تھی۔ فرید اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا۔ روٹھ گیا۔ اس سے دور ہو گیا۔ شاید ہمیشہ کے لیے۔۔۔ شاید عمر بھر کے لیے۔

کیا ایسا بھی ہو سکتا تھا؟ کیا ایسا بھی ممکن تھا؟

"ہرگز نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔" اسما نے چیخنا چاہا' فرید کو روکنا چاہا۔ لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکی تھی۔ اور فرید اس سے عمر بھر کے لیے دور چلا گیا تھا۔ شام روپ کا جادو ایک مرتبہ پھر چل گیا تھا۔ اسما دنگ رہ گئی۔

اور پھر جیسے منظر بدل گیا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ روشنی میں سارے منظر واضح ہوتے چلے گئے تھے۔ وہ کمرے میں اکیلی تھی اور فرید اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا۔

وہ کہاں گیا تھا؟ کیا شام روپ کو لینے؟ کیا واقعی اسے لینے؟

اسما کو زماں و مکاں بھول گئے تھے۔ وہ اندھا دھند باہر کی طرف بھاگی تھی۔

اسے فرید کو روکنا تھا۔ لیکن فرید کہیں نہیں تھا۔ فرید اس "بلا" کو لینے چلا گیا تھا۔ اپنے بچوں کے لیے وہ اس کے بچوں کی ماں تھی۔ ان ہی بچوں کی وجہ سے وہ واپس آرہی تھی۔

یہ بچے جو چھ ماہ پہلے ایک عورت لائی تھی۔ جو اس کے سر پہ مسلط ہو چکے تھے۔ اور اب اسے اس گھر سے نکلوا کر اپنی ماں کو لانا چاہتے تھے۔

اسے خیال گزرا۔ اسے فرید اور شام روپ کے آنے سے پہلے ان "بلاؤں" کو اپنے گھر سے نکالنا چاہیے تھا۔ وہ چڑیل ان ہی بچوں کی وجہ سے واپس آرہی تھی۔

اسے ان بچوں کو اپنی زندگی سے نکال دینا چاہیے تھا۔ یہ فیصلہ وہ اسی وقت کرلیتی۔ تو آج یہ دن تو نہ دیکھنا پڑتا۔

اس نے ایک ہی لمحے میں سوچا تھا اور پھر بھاگتی ہوئی اس کمرے کی طرف آئی جو آج کل فضہ اور عنید کا مسکن تھا۔ پھر اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ان کے منہ پر تھپڑوں کی برسات کردی۔ پھر انہیں گھسیٹتی ہوئی باہر صحن میں لے آئی۔ رات کے دوسرے پہر' کالی رات میں' جب آسمان بپھر رہا تھا۔ باہر طوفان تھا۔ آندھی تھی۔ اولے گر رہے تھے۔ ایک قیامت کا سماں تھا۔

اس نے روتے چلاتے ہوئے بچوں کو صحن میں دھکیلا اور دہاڑ کر بولی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ کبھی واپس مت آنا۔ نہ تم رہو گے۔ نہ وہ چڑیل واپس آسکے گی۔ خبردار' جو مجھے دکھائی دیے۔ ورنہ میں۔" اسما کسی خونخوار بلا کی طرح غرا رہی تھی۔ صحن پانی سے بھر رہا تھا۔ آسمان برس رہا تھا۔

اور بچے خوف' ڈر اور صدمے کے زیر اثر تھرا رہے تھے۔

یہ ان پر پھر سے کون سی قیامت ٹوٹی تھی۔

وہ پاگل ہوتی اسما کو دیکھتے رہے۔

"سن رہے ہو۔ اپنی ماں کو بتا دینا۔ کبھی تمہیں دوبارہ سازش کر کے واپس نہ بھیجے۔ اگر تم دوبارہ مجھے دکھائی دیے تو دیکھنا۔ اس چھری سے تمہیں ذبح کر دوں گی۔ اور اگر تم اس گھر سے نہ گئے تو میں خود کو ذبح کر لوں گی۔"

اسما نے فرش پہ گملے کے پاس پڑی چھری اٹھا کر اپنے بازو پہ کٹ لگایا تو دونوں بچے مارے خوف کے چلا اٹھے۔

"نہیں امی! آپ خود کو نہ کاٹیں۔ آپ کا خون نکل آئے گا۔ امی! ہم چلے جاتے ہیں۔ بہت دور چلے جاتے ہیں۔ امی! آپ خود کو مت ماریں۔" تڑپتے ہوئے بچے اس پاگل ہوتی عورت کے جنون سے گھبرا کر پانی میں بھاگتے ہوئے گیٹ تک گئے اور پھر زور سے بجلی ایک دم کڑکی۔ دوسرے ہی لمحے وہ گھر کی دہلیز پار کر چکے تھے۔ بجلی رات بھر کڑکتی رہی' چمکتی رہی۔ آندھی بپھرتی رہی۔ درخت اکھڑتے رہے' گرتے رہے۔ پوری رات طوفان غراتا رہا۔ آسمان برستا رہا۔

اور اسما وہیں صحن میں برآمدے کے قریب گر کے بے ہوش ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات گزر گئی اور صبح ہو گئی۔

ویسی ہی صبح جو طوفان گزرنے کے بعد طلوع ہوتی ہے۔

مامی نے بھی صحن کی کھڑکیاں کھول کھول کر دیکھا۔ باہر کئی گملے ٹوٹے ہوئے تھے۔ کئی پودے جڑوں سے اکھڑے ہوئے تھے اور کئی چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔

لیکن یہ تو معمولی نقصان تھا۔ اصل نقصان کا پتا تو تب چلا۔ جب اسما دکھائی نہیں دی تھی۔ انہوں نے سارے کمرے جھانکے مگر اسما اور بچے کہیں نہیں تھے۔

مامی پاگلوں کی طرح پورا گھر دیکھتی اس وقت صدمے سے پاگل ہو گئیں جب اسما کو برآمدے میں بے ہوش پڑا دیکھا۔ اور اس کے ہاتھ میں دبی چھری' کلائی سے بہتا لہو۔ مامی کے دل پہ تو قیامت گزر گئی تھی۔ اسی وقت فرید کو فون کر کے گھر بلایا۔ وہ رات سے دکان پہ تھا۔ رات کو نیا مال آنا تھا۔ سو وہ گھر ہی نہ آیا۔ اور پیچھے سے ایسی قیامت آئی کہ سب کچھ بہا کر لے گئی۔

فرید آیا اور اسما کو پڑوسیوں کی کار میں ڈال کر ہسپتال لے گیا۔ فرید کی ساری بہنیں بھی پہنچ گئیں۔ اسما بھی بروقت طبی امداد سے ہوش میں آگئی۔ گھر والوں کو کچھ اسما کی طرف سے سکون ہوا تو بچوں کی غیر موجودگی کا بگل بج گیا۔ مامی کو غش پہ غش آرہے تھے۔ اور ساری بہنیں صدمے سے نڈھال تھیں۔

آخر بچے کہاں گئے؟ زمین کھا گئی تھی یا آسمان نے اٹھا لیے تھے؟

راتوں رات کہاں چلے گئے تھے؟ گھر سے کیسے نکل گئے تھے؟

ایک قیامت تھی۔ آہ و بکا تھی۔ رونا تھا۔ فرید ایسا غم زدہ' پریشان حال' ویران۔ جیسے عمر بھر کی پونجی لٹ گئی ہو۔

"آخر کہاں چلے گئے تھے بچے" یوں اس کے دل میں اپنی ہڑک بیدار کر کے۔ اس سے بہتر تھا۔ اس کی زندگی میں آتے ہی نا۔ وہیں رہتے۔ جہاں دس سالوں سے رہ رہے تھے۔ ایسا جدائی کا چرکا لگا کر کہاں چلے گئے تھے؟"

فرید پاگلوں کی طرح انہیں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مسجدوں سے اعلان کروایا گیا۔ پولیس میں رپورٹ ہوئی۔ حتیٰ کہ مقامی اخباروں میں بھی "تلاش گم شدہ" کے اشتہار لگوائے۔ لیکن بچوں کو نہ ملنا تھا نہ ملے۔

اور ماں؟ ان کی تو حالت ہی غیر تھی۔ بچوں کی جدائی نے انہیں بستر پہ ڈال دیا تھا۔ اتنا تو انہوں نے اپنے عزیز شوہر کا غم نہیں کیا تھا۔ جس قدر بیٹے کی اولاد نے انہیں صدمے سے ادھ موا کر دیا تھا۔

اس سارے ماحول میں ایک اسما تھی' ابھی تک گم صم' پریشان اور حیرت کی انتہا پہ۔

اسے بار بار اس طوفانی رات کا خیال آتا آخر اس طوفانی رات اسما باہر کیوں نکلی تھی؟ اس نے اپنی کلائی کیوں زخمی کی؟ اور اسی رات دونوں بچے بھی لاپتا ہوئے تھے۔

اس نے کئی بار اسما سے پوچھا تھا لیکن وہ گم صم اسے دیکھتی رہتی۔

اب وہ کچھ بہتر ہوئی تو فرید نے اس سے براہ راست پوچھ گچھ کی تھی۔ اسما اس سے جھوٹ نہ بول سکی تھی۔ اس کے ضمیر پہ پہلے ہی بہت بوجھ تھا۔

اس نے فرید کو سب کے سامنے سچ بتا دیا۔

اپنا بھیانک خواب۔۔۔ ہاں' وہ خواب ہی تھا۔ جس نے اس کے حواس چھین لیے تھے۔ اسی خواب کے زیر اثر اس پہ پاگل پن سوار ہوا تھا اور وہ اپنی سدھ بدھ کھو چکی تھی۔ اسی خوفناک خواب سے ڈر کر اس نے بچوں کو رات کے اندھیرے میں اس طوفانی رات گھر سے نکال دیا تھا۔

سچ بہت تلخ تھا۔ بے پناہ خوفناک تھا۔ اس سچ کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن اسما کو مزید جھوٹ نہیں بولنا تھا۔ اس نے بالآخر اپنے ضمیر کا بوجھ اتار دیا۔۔۔ یہ اور بات تھی کہ پوری حقیقت جان کر فرید کی بہنوں نے دل پکڑ لیے تھے اور ماں غم سے اور نڈھال ہو چکی تھیں۔ اور فرید کو ایسی چپ لگی کہ پھر کبھی وہ بولا ہی نہیں۔۔۔ حالانکہ اسما اپنی صفائیاں دے دے کر تھک چکی تھی۔ لیکن ہر کوئی اسما سے نالاں تھا۔ گو کہ یہ ان کی اخلاقی ظرفی تھی جو یہ لوگ اسے جتاتے نہیں تھے۔

نہ کوئی طعنہ دیا نہ غصہ کیا۔۔۔ بس ان کی شکوہ کناں آنکھیں ہی کافی تھیں۔ جو اسما کا سر اٹھتا ہی نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

شام روپ کے بعد اس کی چھوڑی ہوئی ملکیت کا بھی قصہ تمام ہو گیا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ بچے ان کی زندگی میں آئے ہی نہیں تھے۔۔۔ کسی خواب یا خیال کی طرح لگتے تھے۔

پھر دن پر دن گزرتے چلے گئے تھے۔ موسم بھی بدل گیا تھا۔ اسما نے بھی دفتر جانا شروع کر دیا۔ فرید بھی کام میں لگا رہتا۔ ان کی زندگیاں ایک مرتبہ پھر جمود کا شکار ہو چکی تھیں۔

یوں ایک دن اسما نے اس خوفناک سناٹے سے عاجز آ کر فرید سے کہہ ہی دیا۔ وہ فرید کی خاموشی سے لہو لہان ہو کر بے بس ہو چکی تھی۔ اور اسما کا شکوہ سن کر اس کی التجا پہ بھی وہ خاموش ہی رہا۔ بولا کچھ نہیں بس شکوہ کناں نگاہ ڈال کر چپ ہو گیا۔

"تم نے مجھے معاف نہیں کیا فرید! وہ ایک خواب تھا جس نے میرے شعور کو زنگ لگا دیا۔ میں غلط اور صحیح کی تمیز بھول گئی تھی۔ مجھے معاف کر دو فرید!" وہ سسکنے لگی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور بس اتنا کہا۔

"مجھے کسی بات کا دکھ نہیں اسما۔۔۔ میرے نصیب میں وہ تھے ہی نہیں۔۔۔ جو اندھیری رات میں آئے اور اندھیری رات میں چلے گئے۔۔۔ وہ نا سمجھ تھے' ورنہ کسی پڑوسی کا در کھٹکھٹا سکتے تھے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے تم مجھ پہ اتنا سا بھی اعتبار نہیں کر سکیں تم نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا' کچھ بولنے ہی نہیں دیا۔ بس فرد جرم عائد کر دی۔ تم نے کہا میں شام روپ کو واپس لے آؤں گا۔ تم نے ایسا کیوں کہا؟ کیا میں ایسا بے غیرت ہوں؟ اسے واپس لے آتا؟ تھوکی ہوئی عورت کو؟ بھاگی ہوئی عورت کو؟ میں نے اس سے نفرت تک کا رشتہ نہیں رکھا۔ اس کی ماں میرے بچوں کو واپس لائی تو امی' بہنوں اور اپنے ہی ضمیر کی آواز پہ خاموش ہو گیا۔ ان بچوں کو دھتکار نہیں سکا۔ شاید میں اس

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عورت کی طرح پتھردل نہیں تھا۔ جو اپنی اولاد کو پھینک گئی۔ اور اسما! تم نے سوچا بھی کیسے؟ میں اسے واپس لاؤں گا؟ کیا قبر سے نکال کر؟ اور اگر وہ زندہ بھی ہوتی۔ میرے پیروں میں بھی گرتی تب بھی میرے لیے وہ شجر ممنوعہ تھی۔

اب تو اسے مرے ہوئے بھی کئی سال گزر چکے۔ حالانکہ میرے لیے تو وہ اسی شام ـــ مرگئی تھی جب وہ میری زندگی سے نکل گئی۔"

فرید کی سرخ لہورنگ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اسما پہ انکشافات کے تیزابی چھینٹے گرتے رہے۔ وہ دم بخود سن رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

یہ ان دنوں کی بات تھی جب ماموں پہ ہن برس رہا تھا۔

ماموں اس کے اکلوتے ہی ماموں تھے۔۔۔ بہت پیارے' بہت چاہنے والے۔ اپنی دونوں بہنوں سے بہت محبت کرتے تھے۔۔۔ اور امی سے تو بڑا ہی انس تھا۔۔۔ امی کے بچوں میں اسما ہی ان کی زیادہ لاڈلی کیونکہ اس کے بعد آنے والے بھائی پھر ساتویں آٹھویں سال میں وفات پا گئے تھے۔

لیکن جب بھی وہ تینوں ماموں کے گھر جاتے ماموں کے گھر جیسے عید آجاتی تھی۔

اسما کو ماموں کے گھر چھٹیاں گزارنا ہمیشہ سے پسند تھا۔ بچپن سے لے کر لڑکپن اور پھر جوانی تک۔

وہ چھٹیوں میں ماموں کے گھر بس عیاشی کرنے جاتی تھی۔

ماموں کے پانچ بچے تھے۔۔۔ چار بیٹیوں کے بعد آنے والا بیٹا۔ جو سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔ بہت ہی پیارا' سجا سجایا' خوشبوؤں میں بسا رہتا۔

امی کی اپنے بھتیجے میں جان تھی۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی تھیں۔ شاید انہوں نے فرید کے حوالے سے بہت اونچے اونچے خواب دیکھ رکھے تھے۔ جو اچانک ہی زمین بوس ہوگئے تھے۔ ٹوٹ گئے تھے۔ ریزہ ریزہ ہوگئے تھے۔ ہاں' اسما کو یاد تھا۔ جب ایک شام ماموں جھکے سر سمیت شادی کا سندیسہ لے کر پہنچ گئے تھے۔

شادی؟ بھلا کس کی شادی؟ ماموں نے تو چاروں بیٹیاں بیاہ دی تھیں۔ اور فرید تو ابھی چھوٹا ہی تھا۔ امی تو ایسی سکتے میں تھیں جیسے کسی کے مرگ کی اطلاع مل گئی ہو۔

کیونکہ خبر ہی ایسی تھی۔ فرید کی شادی۔۔۔ وہ فرید جو ابھی انٹر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ بھلا فرید کی شادی بھی ہوسکتی تھی؟ بہت ہی پڑھاکو اسما کے لیے بڑی دلچسپ خبر تھی۔ تاہم امی کے لیے بڑی تکلیف دہ خبر تھی۔ ماموں کو شادی کی مبارکباد دے کر امی کو ایسی چپ لگی کہ پھر ٹوٹی ہی نہیں تھی۔

اسما کو امی کے "صدمے" کی پروا نہیں تھی۔ لیکن اس نے شادی میں شرکت کرنے کے لیے بھرپور تیاری کرلی تھی۔ آخر اس کے ماموں کا اکلوتا بیٹا تھا۔۔۔ وہ کیوں نہ جاتی؟

اور گئی تو امی بھی تھیں۔۔۔ مگر وہاں پہنچ کر جیسے دھچکا لگا تھا۔ وہ گھر شادی والا تو نہیں' مرگ والا ضرور لگتا تھا۔

فرید کی شادی پہ صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ مامی امی کے گلے لگ کر ایسے بین کر کرکے روئیں کہ اسما گھبرا گئی۔ ماموں کی بیٹیوں کے منہ بھی اترے ہوئے تھے۔ ماموں بھی پریشان اور خاموش تھے۔

پھر اس شادی کا پس منظر جلد ہی معلوم ہوگیا تھا۔

فرید کی بنگالن چمپا کی بیٹی سے شادی تھی۔ خالصتاً" فرید کی ضد' جنون اور منہ زور جذبوں کی بنا پہ۔

مامی نے روتے ہوئے پورا قصہ سنا ڈالا تھا۔

"بنگالن جانے کہاں سے اٹھ کر آئی تھی۔ اللہ جانے کس نگر کی باسی تھی۔ ہمیں تو اس کا کچھ اتا پتا معلوم نہیں۔ ہمارے محلے کے پیچھے جو کچی بستی کو جاتی سڑک ہے۔ اسی سڑک کے آخر میں اس کا گھر تھا۔ محلے میں لوگوں کے گھر لحاف سیتی اور سلائی کا کام کرتی تھی۔ بس اسی کی چڑیل بیٹی میرے بیٹے کو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

اڑا کر لے گئی۔ ایک دن منہ اٹھا کر فرید کے ابو کی منت کرنے لگی۔ آپ کا بیٹا حساب میں بہت قابل ہے۔ میری بچی کو حساب کے پرچے کی تیاری کروا دے۔ دو مرتبہ ہم بخت فیل ہو چکی تھی۔ بس تمہارے بھائی کی خدا ترسی نے یہ دن دکھایا۔ اس جادوگرنی کو فرید کے سامنے لا بٹھایا۔ بس وہ دن اور آج کا دن۔ فرید کو کچھ سوجھتا نہیں۔ چھ مہینے اسے حساب پڑھاتے پڑھاتے عشق کے حساب بھی پڑھنے لگا۔

پاگل کر دیا اس نے فرید کو۔ اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کہتا ہے 'اسی سے بیاہ کرے گا۔ ہم نے سمجھا بجھا کر دیکھ لیا۔ چمپا 'لڑکی کو کہیں بیاہنے لگی تو معاملہ خراب ہوا۔ فرید کا جنون سر چڑھ کر بولنے لگا۔ کہتا 'ابھی کے ابھی نکاح پڑھوائیں۔ اس کی ضد پہ تمہارے بھائی نے سر جھکا دیا۔ بنگالن کے گھر رشتہ ڈالا تو وہ خوشی کے مارے ہمارے پیر پکڑنے لگی۔ کم بختوں کے نصیب جاگ گئے تھے۔ انہیں اور کیا چاہیے تھا"

امی کی آنسوؤں میں بھیگی داستان نے اسما کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا تھا۔ اسے تو فرید کی پسند دیکھنے کا شوق تھا۔ اور جتنا شوق چڑھا تھا۔ اتنی جلدی اتر بھی گیا تھا۔ وہ شام روپ کے سانولے روپ کو دیکھ کر بھونچکی رہ گئی تھی۔

کیونکہ فرید کی پسند مانو سیاہ رات کی مانند تھی۔

گہری سانولی ' درمیانہ سا قد اور بس مناسب نقوش۔

ہاں 'اس کی آنکھیں کسی بھی ہوش مند کو دیوانہ بنا سکتی تھیں۔ اور اس کے سیاہ بال۔ اسما کو یقین ہو گیا تھا کہ فرید کو ان پاگل کر دینے والی آنکھوں نے دیوانہ بنایا ہو گا۔

یوں شادی بخیر و خوبی نمٹ گئی اور اسما امی کے ہمراہ واپس اپنے گھر پہنچ گئی تھی۔

فرید کی شادی کا قصہ ٹھنڈا پڑا تو اسما اپنی پڑھائی میں گم ہو گئی۔ لیکن پورے چھ مہینے بعد ایک مرتبہ پھر فرید کے ہی قصے نے اسما تو کیا امی کو بھی "ہلا" کر رکھ دیا تھا۔

"فرید کی بیوی گھر سے بھاگ گئی تھی۔"

اس خبر نے تو امی کا سکون تلپٹ کر دیا۔ امی راتوں رات ماموں کے گھر چلی گئیں۔ وہاں یہ بھی ایک قیامت منتظر تھی۔ شام روپ فرید کے عشق 'جنون اور دیوانگی پہ لعنت صرف چھ مہینے بعد ہی بھاگ گئی تھی۔ کہاں گئی تھی؟ اس کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔

سب سے بڑی بات جو مامی اور ماموں کو مارے ڈال رہی تھی۔ اس کی کوکھ میں ان کا خون پل رہا تھا۔ مامی اور ماموں تو مارے شرمندگی اور صدمے کے سر نہیں اٹھا پاتے تھے اور فرید کی حالت تو بہت خراب تھی۔

شام روپ کے گھر سے بھاگنے کے کچھ ہفتوں بعد ہی عدالت کی طرف سے ایک نوٹس مل گیا تھا۔ جلد ہی حقیقت کھل گئی تھی۔

پتا چلا کہ بلوچستان کے کسی شخص پہ فریفتہ تھی۔ اس کی ماں چمپا 'بیٹی کے عشق سے خوف زدہ ہو کر اپنا شہر ہی چھوڑ آئی۔ یہاں آ کر بیٹی کو اسکول میں داخل کروایا۔ بنگالن محنت مزدوری کرنے لگی اور ماموں کی منت کی تاکہ شام روپ دسویں کا امتحان پاس کر کے کسی نوکری سے لگ جائے۔

اس کے بعد کا قصہ تو معلوم ہی تھا۔ جانے کیسے وہ اپنے شام جیسے روپ سمیت فرید کے دل میں سما گئی تھی۔ ادھر چمپا کو اپنے سر سے بلا اتارنی تھی۔ بیٹی کے عشق کا بھوت اتارنے کے لیے رشتے ڈھونڈتی پھر رہی تھی جب صدیق ماموں نے اپنے بیٹے کا رشتہ پیش کر دیا۔ اسے اور کیا چاہیے تھا۔ فوراً "ہاں" کے ساتھ ہی نکاح کر دیا۔ اور اپنے تئیں بیٹی کا مستقبل محفوظ کر دیا۔ لیکن اس کا عاشق صادق اسے ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آ گیا۔ پچھلے رابطے بحال ہوئے تو شام روپ نے نہ شوہر کی پروا کی نہ عزت دار سسر اور محبت کرنے والی ساس کو دیکھا۔ ایک رات چپکے سے مختصر خط لکھ کر بھاگ گئی تھی۔ اس خط میں اس نے گلفام خان سے محبت کا اقرار کیا اور فرید کے نام معذرت لکھی۔

گلفام خان کی مدد سے ہی وہ انتہائی دیدہ دلیری سے عدالت میں پہنچ گئی تھی۔ اور ماموں تو پہلا نوٹس پا کر ہی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دل ہار بیٹھے تھے۔ پھر تو فرید نے بھی طلاق دینے میں لمحہ نہیں لگایا اور عدالت کی پہلی پیشی میں ہی فیصلہ ہو گیا۔

فرید کے اندر سے شام روپ کے نام کا چراغ بجھ گیا تھا۔ اس محبت کے نام پہ اس نے اتنی ذلت 'خواری اور رسوائی اٹھائی تھی کہ محبت کے نام سے ہی نفرت ہو گئی تھی۔

پھر کتنا ہی عرصہ وہ لوگوں کی باتوں 'طعنوں اور طنزیہ گفتگو 'تبصروں سے چھپتا رہا تھا۔ دل چاہتا تھا خود کو ختم کر لے۔ لیکن مرنا بھی آسان کہاں تھا؟ اپنے ماں باپ اور بہنوں کے لیے جینا تھا۔ اس نے پہلے ہی ان سب کے بہت دل دکھائے تھے اب اور کیسے پریشان کرتا۔

شام روپ اپنے نام کے ساتھ ہی اس کی زندگی سے ڈھل گئی تو ابو اور امی کے مجبور کرنے پر اس نے اپنا تعلیمی سلسلہ شروع کر لیا۔

یوں لگتا تھا۔ ماضی کے چھ مہینے زندگی میں آئے ہی نہیں تھے۔ اس نے خود کو پڑھائی میں مصروف کر لیا تھا۔ لیکن دل کے اندر ایک عرصے تک حشر ہی بپا رہا۔ اسے شام روپ کے جانے کا غم نہیں تھا۔ اس ذلت 'رسوائی اور جگ ہنسائی کا صدمہ۔ نہیں تھا۔ دکھ تو اپنی محبت اور پسند پہ تھا۔ اس نے کس انگارے کو ہیرا سمجھ کر چھو لیا تھا۔ جس نے اس کے پورے وجود کو جلا کر راکھ کر دیا۔

گو کہ صدمہ بہت بھیانک تھا لیکن آہستہ آہستہ اپنی وقعت کھو گیا۔

اس کا حساب میں ایم اے ہوا تو ابو کی دکان کا حساب اس کے سر آ گیا۔ اسے اپنی زندگی کی ہر وہ شام بھول چکی تھی جس میں کہیں بھی شام روپ کا کوئی عکس تھا۔ یوں زندگی کا کھویا ہوا تسلسل بحال ہوتا چلا گیا۔

عشق کا خمار اتر گیا۔

ایک دن ابو نے اس سے شادی کی بات کی تو وہ ان کے سامنے انکار نہ کر سکا۔ گو کہ شادی کی خواہش تو نہیں تھی لیکن وہ کسی بے وفا عورت کی خاطر اپنی زندگی کو کیوں ویران کرتا اپنوں کو اور دکھ کیوں دیتا۔

سو اس نے شادی کے لیے اقرار کیا تو ابو 'امی نے پھوپھو کی چوکھٹ پکڑ لی 'یوں اسما کو اس کی زندگی میں شامل کر کے ہی سانس لیا تھا۔

یہ تو فرید کو بعد میں ہی پتا چلا۔ اسما اس شادی پہ سخت ناخوش تھی اور اسے پھوپھو نے بہت مجبور کر کے فرید سے بیاہا تھا۔ فرید کے لیے ایک اور صدمہ اور احساس زیاں تیار تھا۔

بس یہ اس کے نصیب کا ہی ہیر پھیر تھا۔ اسے دو بیویاں ملیں ۔۔۔ اور دونوں کی محبت نہ مل سکی۔ گو کہ وہ دونوں کے ساتھ ہی مخلص رہا تھا۔

فرید کے لیے یہ معمولی غم نہیں تھا۔ اسما کے اکھڑے تیوروں کے ساتھ نباہ کرنا بھی معمولی نہیں تھا۔ لیکن اس نے اپنے حسن عمل سے ازدواجی زندگی کی گاڑی کو گھسیٹ ہی لیا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ مزید جگ ہنسائی نہیں چاہتا تھا۔ یوں فرید کی وسیع القلبی کی بدولت اسما کے ساتھ وقت گزرنے لگا تھا۔ بہت اچھا نہ سہی مگر برا بھی نہیں تھا۔ شادی کے چار سال یوں ہی گزر گئے۔ اسما کو اولاد کی بہت چاہ تھی۔ اس نے طرح طرح کے علاج بھی کروائے۔ دم درود بھی 'ہر طرح کے ٹوٹکے بھی آزما لیے لیکن من کی مراد بر نہیں آئی تھی۔

فرید نے کبھی اسے روکا نہیں تھا۔ تاہم اس نے کبھی اسے بتایا بھی نہیں تھا۔ شادی کے چند مہینے بعد ہی میڈیکل رپورٹ نے ثابت کر دیا تھا کہ اسما ماں نہیں بن سکتی۔ اس کے باوجود فرید نے اور اس کی ماں بہنوں نے اسما کو خبر تک نہیں ہونے دی۔ وہ اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جو بھی تھا۔ اسے اسما سے ایسا لگاؤ تھا جو شاید لفظوں میں بیان نہ کیا جاتا۔۔۔ اور کوئی یقین بھی نہ کرتا۔ اسما بھی یقین نہ کرتی۔ فرید کے لیے جو اسما تھی۔ وہ کوئی بھی نہیں تھا۔ شام روپ بھی نہیں ۔۔۔ اور شام روپ اسما جیسی ہو بھی نہیں سکتی تھی۔

پھر یوں ہی وقت گزرنے لگا اور ایک دن چھما امی کے پاس دو بچوں کو بغل میں دبا کر لے آئی۔ وہ بچے کون تھے؟ اور وہ انہیں کیوں لائی تھی؟ یہ تو پوچھنے کی ضرورت

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہی نہیں تھی۔ وہ بچے اپنے عکس اور نقش سے فرید کا پرتو تھے۔ وہ فرید کے بچے تھے۔ جنہیں ای نے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ انہیں دھتکار نہیں سکی تھیں۔ وہ انہیں کیسے دھتکار دیتیں ... جب چمپا خود بتا رہی تھیں۔

"وہ بدذات انہیں میرے دروازے پر پھینک کر چلی گئی تھی۔ اندھیری سرد رات تھی۔ ان کی زندگی تھی جو بچ گئے تھے۔ میں غریب' بیوہ عورت محنت مزدوری کر کے انہیں پالتی رہی۔ در در دھکے کھاتے رہے۔ بھوکے ننگے رہے' مزدوریاں کرتے' کام کرتے انہیں میری چوکھٹ پہ پھینک کر بھاگ جانے والی اسی رات اندھی گولیوں کا شکار ہو گئی تھی۔ پشاور ہائی وے پہ گلفام خان کے چچیرے بھائیوں نے دونوں کو موقع پہ گولیوں سے بھون ڈالا۔ ان کی بہن کو طلاق دے کر جو آیا تھا۔ پھر اس کا انجام تو یہی ہونا تھا... اور میری بدبخت بیٹی کو آپ کے گھر کی عزت نہ راس آئی۔ ذلت کا طوق لے کر ہی لاوارث دفن کر دی گئی۔ مجھے تو اس کی قبر کا بھی نہیں پتا... خدا کا واسطہ ہے ان بچوں کو اپنا لیجیے... انہیں ان کی بدبخت ماں کے کرموں کی سزا مت دیجیے۔"

چمپا نے جو المناک داستان سنائی تو مامی کا پورا وجود کانپ اٹھا... بچے سینے سے لگا لیے اور وہ جیسے پرسکون ہو کر واپس چلی گئی تھی۔ پھر مامی نے بیٹیوں کو تو سارا قصہ سنا ڈالا تھا جبکہ اسما اور فرید سے ہر بات چھپائی تھی۔ وہ فرید کے سامنے اس شام روپ کا نام بھی نہیں لینا چاہتی تھیں۔ مبادا فرید کے زخم نہ ادھڑ جائیں۔

پھر جب فرید نے بچوں کو دارالاطفال بھیجنے کا فیصلہ سنایا تب مامی کو ساری المناک داستان کا لفظ لفظ سنانا پڑا تھا۔ اب فرید ایسا ظالم یا سنگ دل تو نہیں تھا جو اپنے ہی بچوں کو شام روپ کے گناہوں کی سزا کے طور پر ایک مرتبہ پھر دھکے کھانے کے لیے چھوڑ دیتا۔

اس کا دل بچوں کے معاملے میں خود بخود نرم پڑ گیا تھا۔ اور وہ اسما کو بھی سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا مگر اسما کی بدگمان تھی کہ کچھ سنتی ہی نہیں تھی۔

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
گھری گھری پھر اسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ایڈگر ایلن پو/ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	او ہنری/ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور اسی بدگمانی میں مبتلا ہو کر اس نے اپنا اور فرید کا اتنا بڑا نقصان کر لیا تھا۔

اگر فرید سے کھل کر بات کر لیتی تو کم از کم اتنا ہی جان لیتی۔۔۔ جس شام روپ کی واپسی کے خوف سے اس نے ان ٹوٹے بکھرے بدحال بچوں کو گھر سے نکالا تھا وہ شام روپ تو نو سال پہلے ہی مر چکی تھی۔ اسما سے یہ کیسی خطا ہوئی تھی؟ یہ کیسا گناہ ہوا تھا۔

محض اس خوف کے زیر اثر کہ فرید ان بچوں کی وجہ سے ان کی ماں کو واپس نہ لے آئے؟

نفرت اسے شام روپ سے تھی۔ اس کے بچوں سے نہیں تھی۔

اور اب جب فرید ساری حقیقت بتا چکا تھا تو اسما کی سمجھ میں نہیں آیا کیسے اور کس طرح سے اپنے گناہ کی تلافی کرے؟ وہ ان بچوں کو واپس کس طرح سے لائے جو اپنی خاموشی کے باوجود اس کے اندر ممتا کے کئی احساس جگا کر چلے گئے تھے۔۔۔ وہ کہاں چلے گئے تھے؟ کچھ پتا نہ تھا۔

اسما کے آنسو بہے تو پھر بہتے چلے گئے تھے۔۔۔ وہ فرید کے کندھے سے سر ٹکا کر دھواں دھار رونے لگی تھی۔ یہ ندامت کے آنسو تھے۔۔۔ یہ آلودگی دھو دینے والے آنسو تھے۔

اور وہ پاگلوں کی طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"فرید! میرے بچوں کو واپس لے آؤ۔۔۔ اللہ کا واسطہ! انہیں واپس لے آؤ۔ ورنہ میں بھی زندہ نہیں رہوں گی۔ میں خود کو ختم کر لوں گی۔ میں اس احساس کے ساتھ نہیں جی سکتی۔ آخر میں نے کس منہ سے انہیں گھر سے نکالنے کے لیے کہا تھا۔ پلیز فرید!"

وہ سسک سسک کر نڈھال ہو رہی تھی۔ فرید نے اس کے بکھرے وجود کو خود میں سمیٹ لیا تھا۔

"میں انہیں ڈھونڈ لوں گا اسما! وہ ہمارے بچے ہیں۔ بھٹک بھٹکا کر بھی ہمارے پاس ہی آئیں گے۔ اگر ہمارے نصیب میں نہ ہوتے تو شام روپ انہیں اپنی کوکھ میں ہی ختم کر دیتی یا وہ کوڑے کے ڈھیر پر ہی سسک سسک کر مر جاتے۔۔۔ انہیں کوئی ہم سے جدا نہیں کر سکتا۔ کوئی دور نہیں کر سکتا۔ تم حوصلہ رکھو' اللہ نے چاہا تو بہت جلد وہ ہمارے پاس ہوں گے۔"

وہ اس کے کانوں میں امرت ٹپکا رہا تھا۔ اس کے دکھے دل پہ پھاہے رکھ رہا تھا۔ اسے حوصلہ اور تسلی دے رہا تھا۔ کیا اسما نہیں جانتی تھی۔ وہ خود کس قدر اندر سے ٹوٹا ہوا ہے۔ بچوں کی گمشدگی اس کے دل کو کیسے کیسے گھاؤ لگاتی ہے۔ وہ پھر بھی ہمت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔۔۔ اور فرید سے بڑھ کر اعلا ظرف اور وسیع القلب کون ہو سکتا تھا اور اب اسما کو فرید کے لیے اعلا ظرف بننا تھا۔ ان بچوں کو ڈھونڈنا تھا۔ اپنی کم ظرفی کا کفارہ ادا کرنا تھا۔ اور اسما کو بھلا اب بھی یقین نہ آتا؟ فرید اسے شام روپ سے کہیں بڑھ کر چاہتا تھا۔

کیا وہ اب بھی یقین نہ کرتی؟ جب بدگمانی اور تنگ دلی کا موسم گزر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور پھر اس زردی سہ پہر میں سبزی منڈی سے نکلتے ہوئے بوڑھی چمپا نے فرید کا بازو پکڑ کر روک لیا تھا۔ فرید کو رکتے دیکھ کر اسما بھی رک کر ٹھٹک گئی تھی۔

وہ چمپا ہی تھی۔۔۔ بڑی بدحال سی شکل سے بیمار لگتی تھی۔ اور اس کی بوڑھی آنکھوں میں بے پناہ شکوے نظر آتے تھے۔ فرید اور اسما نے نگاہ چرا لی تھی۔ اور اگر اس نے بچوں کا پوچھ لیا تو وہ دونوں اسے کیا جواب دیں گے؟ وہ شرمندہ تھے اور نظر نہیں اٹھا پا رہے تھے۔

لیکن اس نے بچوں کا نہیں پوچھا۔ بس اتنا کہا۔

"رات قیامت کی تھی۔۔۔ کڑکتی بجلی اور خوفناک طوفان میں دل میں آگ سی لگی تھی۔۔۔ جانے کیا من میں آئی۔ محلے کے بچے کو ساتھ لیا اور تمہارے گھر کی طرف بھاگم بھاگ چلنے لگی۔ پر اس دل میں آگ سی لگی تھی اور آگ ٹھیک ہی لگی تھی۔ وہ دونوں اس رات بھی لاوارث تھے۔ گیٹ پہ بیٹھ کر اپنی پیدا کرنے والی کو روتے ہوئے۔ جسے جہنم کی آگ بھی قبول نہ کرے گی۔ وہ تو کوڑے کے ڈھیر پہ بھی لاوارث پڑے تھے۔ میرے مالک نے انہیں تب بھی زندہ رکھا اور

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس طوفانی رات میں بھی زندہ رکھا۔ میں دونوں کو ساتھ لے آئی تھی۔ رب کی قسم انہوں نے کچھ بھی نہیں بتایا' پر میرا دل گواہی دے رہا تھا۔ تمہارے گھر میں ان کا ٹھکانا نہیں۔۔۔ سوچا' کسی کے گھر چھوڑ دوں گی۔ کام کریں گے اور اپنا پیٹ پال سکیں گے۔ مجھ بوڑھی کی انکی سانسوں کا کیا بھروسا۔"

چمپا کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو گرنے لگے تھے اور اسما نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔۔۔ چمپا کے الفاظ نے اسما کے منہ پر کوڑے مارے تھے۔ وہ اس کے سامنے گڑگڑانے لگی تھی۔

"تمہیں اللہ کا واسطہ اماں! مجھے میرے بچوں کے پاس لے چلو۔ میں عمر بھر تمہارا احسان نہ اتار سکوں گی۔ مجھ سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔۔۔ خوشیوں کو اپنے اوپر خود حرام کر لیا۔ اپنی جنت کے دروازوں کو خود بند کر لیا۔ اماں! مجھے میرے بچوں کے پاس لے چلو۔" اس کی تڑپ میں کیا کمال تھا۔ جو دور کھڑے مفلوک الحال سے بچے مقناطیس کی کشش سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بھاگتے ہوئے آئے اور اسما سے لپٹ گئے تھے۔ یہ منظر دیکھنے والی آنکھوں کو نم کر گیا۔ فرید نے بھی نگاہ چرا کر آنکھوں میں اتری نمی کو چھپا لیا تھا اور اسما نے اپنے آنسو چھپانے کا کوئی تکلف نہیں کیا۔ بچے بے قراری سے اسما کے وجود میں سما گئے تھے۔ اور اسما ان پہ اپنی محبت اور ممتا نچھاور کر رہی تھی۔ بے دریغ چاہت لٹا رہی تھی۔ اس کا دل ان کی محبت سے لبالب بھر گیا تھا۔ بوڑھی چمپا نے گردن موڑ کر اس منظر کو دیکھا اور مطمئن سی ہو کر لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گئی۔ جبکہ فرید اپنے چھوٹے سے قافلے کے ہمراہ ایک نئی زندگی کے چراغ روشن کرنا گھر کی طرف رواں دواں تھا۔

پھر ایک سال اور گزر گیا۔ خوشیوں اور چاہتوں کے ہنڈولوں میں گھومتا ہوا۔

اور آج فضہ اور عنید کی سالگرہ تھی۔ ان کی ساری پھوپھیاں دعوت میں مدعو تھیں۔ اسما کا پورا دن مصروف گزرا تھا۔ بچوں کے لیے بہترین لباس سے لے کر کھانے کی ذمہ داری تک سب اسما نے اپنے پاس سے کی تھی۔ ذاتی اخراجات کی مد میں۔

اور سب سے بڑھ کر فضہ اور عنید کی سالگرہ کا فنکشن اور عقیقہ ایک ہی دن رکھا گیا تھا۔ عقیقہ کے بعد اسما نے اپنی چاروں نندوں کو ایک ایک سونے کی انگوٹھی "تحفتاً" دی تھیں۔۔۔ اسما کی اس عنایت اور محبت پہ جہاں سب نندیں سرشار تھیں وہیں فرید بھی اسما کے اندر ہونے والی تبدیلیوں پہ بہت خوش تھا۔

جہاں تک بچوں کا تعلق تھا تو وہ اپنی امی کے ابو سے بڑھ کر دیوانے تھے اور بچوں کے ابو صاحب ان کی امی کے دیوانے۔۔۔ وہ تو اسما کو اکثر ہی اس حوالے سے چھیڑتا تھا۔

"چلو' ایک بات تو کھل کر سامنے آ گئی اسما! خواب میں ہی سہی' شام روپ کی واپسی کے خیال نے تمہارا کیسا میٹر گھما ڈالا تھا۔ گو کہ میرے بچوں کو وقتی تکلیف ہوئی۔ اور تم نے انہیں اسی خوف کے زیر اثر گھر سے نکال دیا۔ لیکن ایک "احسان" تو تم نے مجھ پہ بھی کر ہی دیا۔ کم از کم مجھے اتنا تو بتا دیا کہ تمہیں بھی مجھ سے اتنی ہی ---- محبت ہے۔۔۔ ورنہ میں تو ساری عمر اسی غم میں سلگتا رہتا تم پہ زبردستی کا مسلط ہوں اور تم مجبوری کے تحت مجھ سے نباہ کر رہی ہو۔ آخر ایک فائدہ تو ہوا نا! تم نے "عملاً" اظہار محبت کر دیا۔"

فرید کے الفاظ اس کی سماعتوں میں امرت بن کر اترتے تھے اور اسما برا منائے بغیر ہنستی چلی جاتی تھی۔

Downloaded From
Paksociety.com

خواتین کا کمپیلر انسائیکلوپیڈیا
کا نیا ایڈیشن قیمت -/750 روپے
کے ساتھ کھانا پکانے کی کتاب
کہانا خزانہ
قیمت -/225 روپے بالکل مفت حاصل کریں۔
آج ہی -/800 روپے کا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY